ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

16

www.tanzeem.org

15 تا 21 جمادی الاولیٰ 1432ھ / 19 تا 25 اپریل 2011ء

قرآن کی تکذیب حالی

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ؕ﴾ (الجمعہ: 5)

''بُری ہے مثال اُس قوم کی جنہوں نے آیاتِ الٰہی کو جھٹلایا۔''

یہاں لفظ ''تکذیب'' بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ تکذیب قول سے بھی ہوسکتی ہے اور عمل سے بھی۔ یعنی تکذیب باللسان بھی ہوسکتی ہے اور بالحال بھی۔ یہ بھی تکذیب ہی کی ایک صورت ہوتی اگر بنی اسرائیل زبان سے صاف کہہ دیتے کہ تورات اللہ کی کتاب نہیں ہے، لیکن تاریخ کی گواہی یہ ہے کہ بنی اسرائیل نے اس معنی میں تورات کی تکذیب کبھی نہیں کی۔ ہاں تکذیب عملی کے وہ ضرور مرتکب ہوئے۔ وہ تکذیب عملی کہ جس کا نقشہ بدقسمتی سے آج امت مسلمہ پیش کررہی ہے کہ بجائے قرآن کو اپنا پیشوا، رہنما اور مشعل راہ بنانے کے امت کی عظیم اکثریت نے اسے طاقِ نسیاں پر رکھ چھوڑا ہے۔ قرآن نے اس طرزِ عمل کو تکذیب کے لفظ سے موسوم کیا ہے: ﴿بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ؕ﴾ یہ اللہ کی آیات کی تکذیب نہیں تو اور کیا ہے! زبان سے چاہے قرآن مجید پر کتنا ہی ایمان کا دعویٰ کیا جائے، اگر قرآن مجید کو ہم نے اپنا امام نہیں بنایا، قرآن مجید کی رہنمائی کو عملاً اختیار نہیں کیا، قرآن مجید کے عطا کردہ ضابطے اور قانون کو نافذ نہیں کیا، اس کی تعلیمات کے مطابق اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو استوار نہیں کیا تو گویا کہ اپنے عمل سے ہم قرآن کی تکذیب کررہے ہیں۔ یہ تکذیب حالی ہے۔

انقلابِ نبوی کا اساسی منہاج

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے میں

پھر ڈرون حملہ

نماز جمعہ — رہ گئی رسمِ اذاں......

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں پرسکون زندگی کا تصور

تلاشتا ہے اسی وطن کو......

انسانی تاریخ کا عظیم ترین انقلاب

احتجاج......احتجاج......؟

میرے ابی جان!

کسی قوم کا جب اُلٹتا ہے دفتر

دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

سورۃ التوبہ

(آیات:111-112)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۱۱۱ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۱۲

’’اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں (اور اس کے) عوض میں ان کے لئے بہشت (تیار کی) ہے۔ یہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں تو مارتے بھی ہیں اور مارے جاتے بھی ہیں۔ یہ تورات اور انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہے جس کا پورا کرنا اسے ضرور ہے اور اللہ سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والا کون ہے؟ تو جو سودا تم نے اس سے کیا ہے اس سے خوش رہو اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیک کاموں کا امر کرنے والے اور بری باتوں سے منع کرنے والے، اللہ کی حدوں کی حفاظت کرنے والے (یہی مومن لوگ ہیں) اور (اے پیغمبر ﷺ) مومنوں کو (بہشت کی) خوشخبری سنا دو۔‘‘

یہ دو بہت اہم آیات ہیں۔ ’’یقیناً اللہ نے خرید لی ہیں اہل ایمان سے اُن کی جانیں بھی اور ان کے مال بھی اس قیمت پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔‘‘ یہ بیع ہے جو ایک ایمان والے کی اللہ کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ صاحب ایمان بیچتا ہے اور اللہ خریدتا ہے۔ اللہ سے ایسی بیع کرنے والے لوگ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں۔ وہ قتل بھی کرتے ہیں اور قتل ہوتے بھی ہیں۔ میدان بدر میں مسلمانوں نے ستر کافر قتل کر دیئے اور دامن احد میں ستر مسلمان شہید ہو گئے۔ یہ اللہ کا پختہ وعدہ ہے کہ انہیں جنت دے کر رہے گا۔

سودا دو قسم کا ہوتا ہے، نقد یا ادھار۔ آپ نے کوئی مال دیا اور قیمت لے لی۔ یہ نقد سودا ہے۔ مگر یہ جو اللہ کے ساتھ سودا ہے یہ نقد نہیں، ادھار ہے۔ بندہ کو چاہیے کہ یہاں دنیا میں سب کچھ لگا دے، خرچ کر دے، تن من دھن لگا دے۔ اس کے بدلہ میں اُسے جنت آخرت میں ملے گی، یہاں نہیں ملے گی۔ چونکہ یہ ادھار کا سودا ہے اس لیے دل میں کچھ دغدغہ رہتا ہے۔ یہ انسان کی طبعی کمزوری ہے۔ اس لیے پورے زور سے کہا جا رہا ہے کہ کوئی شک نہ کرو، یہ وعدہ اللہ تعالیٰ کے ذمے ثابت ہے، اور اللہ کی طرف سے اس وعدے کی توثیق تین دفعہ ہو چکی ہے۔ اول تورات میں، پھر انجیل میں اور اب قرآن میں۔ اور اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کا وفا کرنے والا کون ہوگا۔ پس خوشیاں مناؤ تم اس بیع پر جس کا سودا تم نے اللہ سے کیا ہے۔

’’بایع سے ہی لفظ ’’بیعت‘‘ نکلا ہے۔ بیعت کیا ہے؟ ایک بندہ اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کرتا ہے۔ مگر اللہ کے سامنے موجود نہیں ہوتا۔ اللہ کے رسول ﷺ موجود تھے۔ پس بیعت تو اللہ سے ہو رہی تھی، مگر یہ رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر ہو رہی تھی۔ البتہ ایک تیسرا غیر مرئی ہاتھ اللہ کا بھی ہے۔ جیسا کہ فرمایا گیا کہ ﴿یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ﴾ ’’اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔‘‘ یہ سودا ہے اور یہ ایمان کا لازمی تقاضا ہے، اور یہ ہے بڑی کامیابی۔ اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو یہ توفیق دے کہ اللہ کے ساتھ یہ سودا کر لیں اور اللہ کے ہاتھ اپنی جان اور مال بیچ دیں۔ (آمین)

اب اس بیع کا جو ظہور انسانی شخصیت میں ہوگا وہ کیا ہے؟ یہ جو آیت آ رہی ہے بڑی جامع آیت ہے۔ اس میں مومنین کے لیے نو الفاظ آئے ہیں۔ توبہ کرنے والے، اللہ کی پرستش اور بندگی کرنے والے، اللہ کی حمد کرنے والے، دنیاوی آسائشوں سے لاتعلق رہنے والے، شہروں کی پر رونق آبادیوں کو چھوڑ کر جنگلوں میں چلے جانے والے۔ یاد رہے کہ اب یہ سیاحت اسلام میں نہیں رہی، رہبانیت ختم کر دی گئی ہے۔ البتہ اب اس لفظ کا اطلاق روزہ داروں پر ہوتا ہے۔ مہاجرین اور مجاہدین بھی اسی ذیل میں آتے ہیں کہ یہ بھی اُن کے مشابہ ہو جاتے ہیں۔ اسلام میں رہبانیت نہیں، البتہ روزے ہیں یعنی اسلام کی رہبانیت روزہ ہے۔ اسی طرح اسلام کی رہبانیت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے۔ اب آگے تین الفاظ وہ ہیں جو عملی جدوجہد سے متعلق ہیں اور دعوت و تحریک کا تقاضا کرتے ہیں: اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ نیکی کا حکم دینے والے، برائی سے روکنے والے اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے۔ یعنی خدائی فوجدار بن کر کھڑے ہو جانے والے، جو یہ کہہ دیں کہ ہم اللہ کی حدود کو پامال نہیں کرنے دیں گے۔ یہ صفات ہیں اُن لوگوں کی جو اسلامی انقلاب برپا کرنے کی جدوجہد میں مخلص ہوں اور برائی کو قوت کے ساتھ روک دینے کا حوصلہ رکھتے ہوں۔ اور اے نبی! ان اہل ایمان کو بشارت دے دیجیے۔ (اللّٰھم ربنا اجعلنا منھم)

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پھر ڈرون حملہ

”(انسانی جان کی حرمت کی خاطر) ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس نے قتل کیا کسی انسان کو سوائے قصاص کے اور زمین میں فساد برپا کرنے کے تو گویا اس نے قتل کر دیا تمام انسانوں کو۔“ (سورۃ المائدہ:32)

یہ ہے اُس آیت کا ترجمہ جو پاکستان کے سیکولر طبقہ کو اُس وقت یاد آتی ہے جب پاکستان کے کسی شہری علاقہ میں کوئی بم دھما کا ہوتا ہے اور جس سے بہت سے معصوم شہری جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں اور بقول اُن کے تحریک طالبان پاکستان کی طرف سے ذمہ داری بھی قبول کر لی جاتی ہے۔ یقیناً یہ قرآن پاک کی آیت ہے اور قرآن پاک کی دوسری آیات کی طرح سورج اور چاند سے زیادہ روشن اور ستاروں سے زیادہ جگمگانے والی ہے۔ ہر نظر آنے والی شے سے بھی بڑی حقیقت ہے۔ تقدس اور پاکیزگی کے حوالہ سے بے مثل اور بے نظیر، لیکن کیا ہمارے سیکولر دانشوروں نے آیاتِ قرآنی کو بھی دنیوی ضرورت کے لیے استعمال کرنے کی ایک شے سمجھا ہوا ہے؟ آپ قرآن کے ہر ہر لفظ اور حرف پر قولی طور پر ایمان لے آیئے، ہر دور ہر عہد کے لیے اسے نسخۂ کیمیا تسلیم کر لیجیے، اللہ کے آخری رسول ﷺ کو قرآن کا مفسر اور اللہ کے کلام کا تا قیامت ترجمان تسلیم کر لیجیے۔ ہمارے اور آپ کے اختلافات ہی ختم اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم۔ لیکن کسی نسخہ شفا کے کسی جز کو کبھی تریاق قرار دینا اور جب وہ اپنی دنیوی ضرورت اور نظریہ کے مطابق نہ ہو تو بلاواسطہ اور بالواسطہ اُس پر زبان درازی کرنا عام دنیوی اخلاقیات کے مطابق بھی ناپسندیدہ ہی نہیں قابل نفرت بھی ہے۔ سوال یہ ہے کہ وہ سفید سامراج جسے کسی زمانہ میں گالیاں دینا سیکولر اور ملحد طبقہ کے لیے کارِ ثواب تھا اور آج یہ حضرات اُنہیں مہذب دنیا اور انسانی حقوق کے علمبردار اور جمہوریت چیمپئن قرار دیتے ہیں جب اُن کی طرف سے معصوم قبائلیوں پر ڈرون حملے ہوتے ہیں، جس سے مردوں، عورتوں اور بچوں کی لاشوں کے پرخچے اُڑ جاتے ہیں تب اُنہیں کلامِ پاک کی یہ مقدس آیت کیوں یاد نہیں آتی؟ تب ان کی زبانیں کیوں گُنگ ہو جاتی ہیں؟ ڈرون حملوں سے ہمارے مسلمان پاکستانی بھائیوں کی جان ہی نہیں جاتی ہماری عزت اور غیرت بھی ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے۔ لفظ غیرت کو تو یہ طبقہ خاص طور پر مذاق اور استہزا کا نشانہ بناتا ہے، اور یہ ایک لحاظ سے صحیح بھی ہے، اس لیے کہ جب کوئی خود کو مارکیٹ میں قابلِ فروخت شے کی حیثیت سے شوکیس میں سجا دے تو پھر اصل مقصد صرف دام زیادہ وصول کرنا ہوتا ہے۔

ہم نے جو ایک بار پھر محفلِ عزا سجائی ہے، ایک بار پھر جو ہم ماتم سے اپنا ہی سینہ سرخ کر رہے ہیں تو خبر یہ ہے کہ ریمنڈ ڈیوس بھی چلا گیا، لیکن ڈرون حملے بند نہیں ہوئے۔ پاکستان کے طاقتور ترین انسان جنرل کیانی کی سخت قسم کی وارننگ کو بھی امریکہ نے لفٹ نہیں کرائی۔ شنید یہ ہے کہ بلند بانگ دعویٰ کرنے والی ISI کے سربراہ کو واشنگٹن میں یہ کہہ کر کہ نہ ڈرون حملے بند ہوں گے اور نہ ڈرون ٹیکنالوجی آپ کو دی جائے گی، 24 گھنٹے میں ہی فارغ کر دیا گیا۔ ایک بیہودہ ضرب المثل ہے جو دینی تنظیم کے ترجمان جریدے میں نہیں دی جا سکتی، لیکن آخر ہم اُسی عطار کے پاس دوا لینے کے لیے کیوں جاتے ہیں جسے ہماری شفا سے زیادہ ہماری بیماری میں دلچسپی ہے؟ ہمیں بعض سیکولر دانشور امریکہ کے ہاتھوں تورا بورا ہونے سے بچنے کے لیے حکمت اور مصلحت کا درس دیتے ہیں، وہی حکمت اور مصلحت جسے مشرف نے بطور پالیسی اختیار کیا تھا، جواب تک بتیس ہزار مسلمانوں کو موت کی وادی میں اتار چکی ہے، جس نے ہماری عزت، غیرت اور حمیت کا سرعام جنازہ نکالا ہے۔ جسے اپنانے پر پاکستانی حکومت کی جغرافیائی رٹ کو نقاب پوش دوستوں نے پاؤں تلے روند ڈالا ہے۔ یہ حکیمانہ اور مصلحت آمیز پالیسی نہیں، خوف اور ڈر کی پالیسی ہے۔ موت کا خوف، دنیا چھوٹ جانے کا ڈر، ناجائز دولت کے

تا خلافت کی بنا، دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

15 تا 21 جمادی الاولیٰ 1432ھ — جلد 20
19 تا 25 اپریل 2011ء — شمارہ 16

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
ایوب بیگ مرزا — محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، **طابع**: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا .... (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
”مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن“ کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

”ادارہ“ کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

ہاتھ سے نکل جانے کا غم۔ زندہ بس زندہ رہنے کی خواہش، ہر قیمت پر زندہ رہنے کی خواہش۔ خدا کے بندو، کچھ تو سوچو، ہماری نہیں مانتے تاریخ کو تو مانو۔ اگر عظیم ہستیوں نے دین کے ناموس، قومی وملی غیرت اور حمیت پر اپنی دنیا قربان کر دی اور موت کی وادی میں شاداں وفرحاں اُتر گئے تو دین وملت سے غداری کرنے والے کب باقی رہے؟ اِن میں سے اکثر اُن ہی کے ہاتھوں ذلت کی موت مر گئے جن کے تلوے چاٹ کر اُنہوں نے دنیا خریدنی چاہی تھی۔ پھر یہی دنیا اُن کے ورثا میں بغض، دشمنی اور باہمی قتل وغارت کا باعث بنی اور آخرت میں وہ جہنم کا ایندھن بنے۔ بدنصیب ہیں وہ جو دوسروں کے انجام سے عبرت حاصل نہیں کرتے، جو تاریخ کو اپنا اتالیق تسلیم نہیں کرتے، جو سزا کے طور پر توکّل کی دولت سے محروم کر دیئے گئے ہیں۔ ہمیں بتایا جاتا ہے کہ ہم مقروض ہیں، قرض خواہ کے سامنے کیسے سر اُٹھائیں! ہم ٹیکنالوجی میں پسماندہ ہیں، جدید ترین ٹیکنالوجی سے لیس عسکری قوت سے کیسے مقابلہ کریں؟ لیکن یہ بھی تو بتاؤ اس کمزوری اور ضعف کا ذمہ دار کون ہے؟ کیوں اور کیسے پہنچے ہم اس حال کو؟ بہرحال ان سیاہ کرتوتوں کے باوجود اب بھی ہم ذلت ونکبت اور رسوائی کے اس دور سے آبرومندانہ طریقے سے نکل سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے پاکستان کو اپنی رحمتوں اور نعمتوں سے خوب نوازا ہے۔ تم نہیں جانتے تو ہم تمہیں بتائے دیتے ہیں۔ اللہ ربّ العزت نے ہندوستان سے کاٹ کر پاکستان کو ایسا جغرافیائی جسد عطا فرمایا ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت اِسے نظر انداز نہیں کر سکتی۔ امریکہ اصلاً تو افغانستان کی امارت اسلامیہ کو ختم کرنے کے لیے اس خطے میں آیا تھا، لیکن مقاصد اور بھی تھے۔ وہ یہ کہ وسطِ ایشیا کی ریاستوں کے تیل سے براہِ راست استفادہ کرے، چین، روس اور ایران پر نگاہ رکھ سکے اور افغانستان کو جنوبی ایشیا کا اسرائیل بنا دے۔ لیکن افغانستان تو Land Locked ہے اور ان سیاہ کاریوں کے لیے اُنہیں راستہ تو پاکستان سے ہی ملے گا۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان کے بارے میں بھی نیت خراب ہے۔ افغانستان میں آ دھمکنے کی حماقت وہ کر چکا ہے۔ امریکہ کے مفادات کا پہلا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ افغانستان پر اپنا قبضہ مستحکم کر لیتا، وہاں اچھی طرح اپنے پاؤں جما لیتا تاکہ وہاں آنے کے دوسرے مقاصد کے حصول کے لیے کام کا آغاز کر سکتا، لیکن سب تدبیریں الٹ ہو گئیں۔ افغان طالبان نے گوریلہ جنگ کا راستہ اختیار کر کے امریکہ کی وہ درگت بنائی ہے کہ بھاگنے کو راستہ بھی نہیں مل رہا۔ اُس کی ڈیڑھ لاکھ فوج کو ہر قسم کی سپلائی کا 84% حصہ پاکستان سے گزر کر جاتا ہے۔ اگر ہم یہ سپلائی لائن بند کر دیں تو امریکہ دنوں میں گھٹنے ٹیک دے گا۔ ہمیں بتایا جاتا ہے کہ سلامتی کونسل کی قرارداد کی رو سے ہم یہ سپلائی لائن بند نہیں کر سکتے۔ سوال یہ ہے کہ کیا سلامتی کونسل کے سب ضابطے پاکستان اور مسلم ممالک کے لیے ہی ہیں؟ یہ امریکہ، اسرائیل اور بھارت پر لاگو نہیں ہوتے؟ امریکہ کس عالمی قانون کے تحت پاکستانی علاقوں پر ڈرون حملے کرتا ہے؟

آخر میں ہم پاکستان کی سیاسی اور عسکری قیادت سے دوٹوک الفاظ میں کہے دیتے ہیں کہ اگر ڈرون حملوں کے بارے میں انہوں نے حکمت اور مصلحت کے نام پر بزدلی اور خوف پر مبنی پالیسی جاری رکھی اور ڈرون حملوں کے خلاف بیان بازی اور احتجاجی مراسلوں سے آگے بڑھ کر جرأت سے امریکہ کو ''نو مور'' نہ کہا اور امریکہ کے بغیر پائلٹ کے جہاز کو ڈرون حملہ کرنے سے پہلے ہی فضا سے زمین کا راستہ نہ دکھایا تو امریکہ اپنی خصلت کے مطابق پاکستان پر ننگی جارحیت کا ارتکاب کرے گا۔ لہٰذا مشرف کی غلطیوں کو آگے نہ بڑھایا جائے۔ قبائلی بھی ہمارے مسلمان اور پاکستانی بھائی ہیں۔ ان کی جان، مال اور عزت کی حفاظت حکمرانوں کا فرض ہے۔ اگر وہ یہ فرض ادا نہیں کرتے تو یہ پاکستان کی جغرافیائی سلامتی پر حکمرانوں کا خودکش حملہ ہوگا، جس سے اگر پاکستانی شہری موت کے گھاٹ اترتے ہیں تو بچیں گے حکمران بھی نہیں۔ اب غلطی کی گنجائش نہیں ہے، اب ایک ڈرون حملہ بھی برداشت نہیں کیا جائے گا۔ ہماری تجزیاتی حِس کہہ رہی ہے کہ حکمران اگر ڈرون حملے روکنے کے لیے کوئی عملی قدم نہیں اُٹھاتے تو عوام خود آگے بڑھیں گے، ان شاء اللہ۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں، اس کے سوا کوئی آبرومندانہ راستہ نہیں۔

بیابہ مجلس اسرار

نمازِ جمعہ —— رہ گئی رسمِ اذاں......

درحقیقت یہ نظامِ جمعہ جس کو ہم نے ایک رسم بنا لیا، ایک نہایت عظیم اور مبنی برحکمت نظام ہے۔ اس معاملے میں تو شاید مسلمانوں کو دنیا کی کوئی قوم بھی مات نہ دے سکے کہ بڑی سے بڑی چیز کو ایک رسم بنا کر رکھ دینا ہمارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے—— نتیجہ یہ ہے کہ اعمال کی محض صورت اور شکل باقی رہ جاتی ہے اور اس کی روح غائب! یہ بات نظروں کے سامنے رہتی ہی نہیں کہ وہ عمل کس لیے تھا، اس کا مقصد کیا تھا؟ بس عمل کی ظاہری صورت باقی رہتی ہے اور اس کی حیثیت ایک رسم (Ritual) سے زیادہ نہیں ہوتی ؎

رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی!

اسی طرح کا معاملہ اجتماعِ جمعہ کا ہے۔ آج اس گئے گزرے دور میں بھی مسلمانوں میں ابھی کثیر تعداد میں وہ لوگ موجود ہیں جو جمعہ کے لیے بڑے اہتمام سے تیار ہو کر آتے ہیں، نہا دھو کر، اچھے صاف ستھرے کپڑے پہن کر، خوشبو لگا کر آتے ہیں، لیکن یہ بات بالعموم پیشِ نظر نہیں ہوتی کہ اس نظامِ جمعہ کا اور اس سب اہتمام کا حاصل کیا ہے، اس کی غرض وغایت کیا ہے، اس کی حکمت کیا ہے!—— اچھی طرح سمجھ لیجیے کہ اس جمعہ کی اصل اہمیت خطبہ جمعہ کی وجہ سے ہے، ورنہ جمعہ کی نماز میں فرض رکعتوں کی تعداد نمازِ ظہر سے بھی نصف رہ جاتی ہے جس کا کہ وہ قائم مقام بنتی ہے۔ نمازِ ظہر کی چار رکعتیں ہیں جب کہ نمازِ جمعہ میں کل دو رکعات فرض شامل ہیں۔ گویا نماز کی رکعتوں کی تعداد کم ہو گئی۔ جمعہ کو جس چیز نے ''جمعہ'' بنایا ہے وہ خطبۂ جمعہ ہے، اور خطبۂ جمعہ کی غرض وغایت کیا ہے، اسے مسلم شریف کی ایک روایت کے حوالے سے سمجھئے کہ حضور ﷺ نے خطبہ جمعہ میں کیا کیا کرتے تھے؟ —— ''كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ وَيُذَكِّرُ النَّاسَ'' —— ''آپ ﷺ قرآن کی تلاوت فرمایا کرتے تھے اور لوگوں کو تذکیر فرماتے تھے'' یاد دہانی کیا کرتے تھے۔ یہ تذکیر بالقرآن وہی ہے جس کا ذکر سورۂ ق کی آخری آیت میں آیا ہے۔ ﴿فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ۝﴾ یعنی ''اے نبی! اس قرآن کے ذریعے سے تذکیر فرمائیے (اور یاد دہانی کراتے رہیے) ہر اُس شخص کو جو میری وعید سے ڈرتا ہو۔''

پرسکون زندگی کا تصور

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

فرحان احمد

مادہ پرستی کے اس دور میں انسان جس قدر بے سکونی اور عدم اطمینان کا شکار ہے، اس سے پہلے کبھی نہ تھا۔ آج ہر شخص سکون کی تلاش میں سرگرداں ہے اور اس کے لیے کچھ بھی کر گزرنے کو تیار ہے۔ بعض اوقات سکون اور اطمینان پانے کے لیے ناجائز و ناروا افعال اختیار کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتا، لیکن انسان پھر بھی دل کا چین اور ذہنی آسودگی پانے میں ناکام رہتا ہے۔ آخر کار تھک ہار کر قسمت اور نصیب کو رونے بیٹھ جاتا ہے۔ بسا اوقات تلخیٔ ایام اور سنگینیٔ حالات سے دل برداشتہ ہو کر خودکشی جیسے حرام فعل کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے اور اس طرح اس کی دنیا و آخرت دونوں تباہ و برباد ہو جاتی ہیں۔

قرآن کریم اور احادیث نبوی ﷺ میں جا بجا انسانیت کی صلاح و فلاح سے متعلق ہدایات موجود ہیں۔ مسلمان اگر ان مقدس تعلیمات اور ارشادات پر صدق دل سے عمل پیرا ہو جائیں تو ان کی زندگی سکون و آشتی سے معمور ہو سکتی ہے۔ آج کے دور میں گھر گھر ناچاقیاں، پڑوسیوں میں جھگڑے، رشتے داروں میں رنجشیں اور عداوتیں پائی جاتی ہیں۔ یہ سب مسائل اسلامی احکام اور تعلیمات سے غفلت اور دوری کا نتیجہ ہیں۔ قرآن و سنت کا مطالعہ کرنے پر بعض ایسے اعمال نکھر کر سامنے آتے ہیں جو انسانی زندگی میں سکون اور آسودگی کی ضمانت فراہم کرتے ہیں، لیکن شرط یہ ہے کہ ان پر صدق دل سے عمل کیا جائے۔

ان اعمال میں سب سے پہلی چیز "شکر" ہے۔ ہر شخص کو پروردگارِ عالم نے بے شمار ظاہری و باطنی نعمتوں سے نوازا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ اپنے قول و فعل سے ان انعامات کا شکر ادا کرے۔ دنیوی نعمتوں کے اعتبار سے اپنے سے کم تر پر نگاہ رکھے اور دینی معاملات میں اپنے سے آگے والے پر نظر ہو۔ زبان کے ذریعے بھی الحمدللہ کہتا رہے اور کثرت سے اس بات کا خیال رکھے کہ اللہ نے مجھے اتنی زیادہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ دنیا میں کتنے ہی لوگ ایسے ہیں، جنہیں یہ نعمتیں میسر نہیں۔ شکر کا سب سے بڑا فائدہ قناعت کی دولت کا حاصل ہونا ہے اور زیادہ سے زیادہ کی ہوس (جو بے چینی اور بے اطمینانی کو جنم دیتی ہے) سے نجات ملنا ہے۔ بندے پر لازم ہے کہ سب سے پہلے دولت ایمانی کے نصیب ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے، پھر اپنے جسمانی اعضاء کی سلامتی، مال، اولاد، گھر بار، کاروبار، تجارت، غرض ہر میسر نعمت پر شکر ادا کرے۔ قرآن کریم میں شاکر بندے کے ساتھ نعمتوں میں اضافے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں (تمہاری نعمتوں میں) اضافہ کردوں گا۔"

دوسری چیز صبر ہے، انسان خواہ کسی بھی معاشرے اور شعبۂ زندگی سے تعلق رکھتا ہو، اسے خلاف طبع امور بہرصورت پیش آتے ہیں۔ کبھی بیماری، کبھی غم، کبھی کسی عزیز کی وفات، تجارت میں نقصان، امتحانات میں ناکامی، ان سب باتوں کا پیش آنا معمول کی بات ہے۔ اب ان ناموافق حالات میں اگر انسان صبر و استقامت کا دامن تھام لے تو دنیا میں بھی وہ مصیبت کسی نعمت سے بدل دی جاتی ہے اور اجرِ آخرت تو تیار ہی ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ "بے شک، اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔" گویا صبر کرنے پر اللہ تعالیٰ کی معیت اور ساتھ کا وعدہ ہے اور جسے اللہ رب العزت کا ساتھ مل جائے، اس سے زیادہ خوش نصیب کون ہو سکتا ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں صبر کی بہت کمی ہے۔ ہم معمولی نوعیت کی باتوں پر سیخ پا ہو جاتے ہیں۔ برداشت کا مادہ ختم ہوتا جا رہا ہے۔ خودکشی کے واقعات بھی بے صبری کی وجہ سے پیش آتے ہیں۔ موافق اور مخالف احوال ہر شخص پر آتے رہتے ہیں۔ کامیاب آدمی وہ ہے جو اِن حالات کا کشادگی سے سامنا کرے۔ خوشی کی حالت میں سراپا شکر اور غم کے زمانے میں سراپا صبر بنا رہے۔

تیسری چیز "استغفار" ہے۔ اس کا مطلب ہے گناہوں اور بداعمالیوں پر نادم ہو کر پروردگار عالم سے معافی مانگنا۔ جس دم انسان کو روئے زمین پر اتارا گیا، اسی وقت سے شیطان اور اس کی ذریت اسے صراطِ مستقیم سے بھٹکانے پر کاربند ہے۔ انسان بذات خود بھی خطا کا پتلا ہے اور نفس و شیطان اس کے ازلی دشمن ہیں۔ وہ انسان کو اپنے خالق کی اطاعت کی شاہراہ سے ہٹا کر گمراہی اور ضلالت کی پگڈنڈیوں پر چلانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں اور بندے کو اپنی پیدائش کے مقصد سے غافل کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔ یہی غفلت گناہوں اور نافرمانیوں کے سرزد ہونے کا سبب بنتی ہے۔ انسان سے بہت سے لوگوں کی حق تلفیاں اور دل آزاریاں ہو جاتی ہیں۔ آدمی کو چاہیے کہ ہر دم شعور کے ساتھ "استغفار" کرتا رہے۔ استغفر اللّٰہ (میں اللہ سے معافی مانگتا ہوں) کو وردِ زبان بنا لے۔ جب بندہ استغفار کرتا ہے تو شیطان سر پیٹتا رہ جاتا ہے، کیونکہ اس طرح اس کا منصوبہ ناکام اور محنت اکارت ہو جاتی ہے۔ استغفار سے بندے میں انکساری و عاجزی پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تو غفار ہے۔ اس کی رحمت کی وسعتیں حدوں سے ماورا ہیں۔ وہ اپنے بندے کو ماں سے بڑھ کر پیار کرتا ہے۔ حدیثِ مبارکہ کا مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لوٹ آنے کا منتظر رہتا ہے اور فرماتا ہے

آج کے دور میں گھر گھر ناچاقیاں، پڑوسیوں میں جھگڑے، رشتے داروں میں رنجشیں اور عداوتیں
پائی جاتی ہیں۔ یہ سب مسائل اسلامی احکام اور تعلیمات سے غفلت اور دوری کا نتیجہ ہیں

اس کی طرف دو ہاتھ بڑھاتا ہوں۔ وہ میری جانب چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔''

خلاصہ یہ کہ ہر لحظہ آخرت کی جواب دہی کا خوف پیش نظر رہے اور استغفار کو وظیفہ بنالے۔

چوتھی اور آخری چیز ''استعاذہ'' ہے۔ استعاذہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں ''پناہ طلب کرنا''۔ کسی ماحول میں رہتے ہوئے آدمی مختلف اندیشوں اور خدشات کا شکار رہتا ہے، کہیں ایسا نہ ہو جائے، کہیں ویسا نہ ہو جائے، اس کیفیت سے دوچار رہتا ہے۔ آدمی ہمہ وقت اولاد، مال و اسباب کے بار میں متفکر رہتا ہے کہ کہیں انہیں کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ آج کے پُر آشوب دور میں صبح گھر سے نکل کر واپس سلامت لوٹنے کی اُمید نہیں ہوتی۔ ان حالات میں انسان کو اللہ کی پناہ مانگنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ ہمیں ہر وقت بارگاہِ ایزدی میں التجا کرنی چاہیے۔ اے اللہ ہم اپنی اولاد، اموال و عزیز و اقارب کو تیری پناہ اور حفاظت میں دیتے ہیں، انہیں ناگہانی آفات سے محفوظ فرما۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ مستقبل میں ممکنہ طور پر پیش آنے والے حوادث اور مصائب سے حفاظت ملتی ہے، کیوں کہ جو شخص اللہ کی پناہ کے حصار میں آجائے تو اسے کیوں کر کوئی نقصان پہنچے گا؟

ضرورت رشتہ

☆ مغل فیملی کی دوشیزہ عمر 25 سال، تعلیم اے سی سی کے لیے دینی مزاج کے حامل برسرِ روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 042-35801586

دعائے مغفرت کی درخواست

- تنظیم اسلامی حلقہ کراچی شمالی (گلستان جوہر 1) کراچی کے رفیق صباحت لطیف کے والد وفات پاگئے
- تنظیم اسلامی قاسم آباد (حیدر آباد) کے امیر واجد علی شیخ کی بیٹی گزشتہ دنوں وفات پاگئی

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

اللّٰھم اغفرلھما وارحمھما ادخلھما فی رحمتک
وحاسبھما حسابًا یسیرًا

دعوتِ عمل

تلاشنا ہے اُسی وطن کو، اساس تھی جس کی لا الٰہ

تسنیم ظفر

جب ہم چھوٹے تھے اس وقت 22 گھرانوں کا بڑا چرچا تھا، جو ملک کی دولت پر قابض تھے۔ اب وہ گھرانے آبادی بڑھ جانے کی وجہ سے پھیل کر 176 ہو گئے اور اس میں 28 ادارے بھی شامل ہو گئے۔ اور یہ قوم کا 500 ارب روپیہ کھا گئے۔ عدلیہ سر پیٹتی رہ گئی۔ ہر روز ایک نیا اسکینڈل آتا ہے۔ ریکوڈک اسکینڈل، ایف آئی اے اسکینڈل، اسٹیل مل اسکینڈل، کنٹینرز اسکینڈل، ریلوے انجن کی خریداری پر 40 ارب کا گھپلہ، این آئی سی ایل اسکینڈل، وزٹ ویزے میں بے حساب لوٹ مار، اور تو اور حاجیوں کو بھی نہ چھوڑا گیا۔ اخراجات پورے کرنے کے لیے ہر روز اسٹیٹ بنک 2 ارب مالیت کے نوٹ چھاپ رہا ہے۔ 2008ء میں بیرونی قرضے 22 ارب ڈالر تھے۔ 2010ء ختم ہوتے ہوتے وہ 50 ارب ڈالر ہو گئے۔ مہنگائی کا اژدھا عوام کو ڈسنے کے لیے ہر لمحے پھنکاریں مار رہا ہے اور وزیراعظم صاحب 8 لاکھ کا سوٹ نیلام کر رہے ہیں۔ پارلیمنٹ کی آرائش کے لیے 165 ملین اضافی فنڈ طلب کیا جا رہا ہے۔ پارلیمنٹیرینز کی رہائش کے لیے 300 ارب روپے خرچ کیے جا رہے ہیں۔ عوام کی خون پسینے کی کمائی سے صدر صاحب کے بیٹے کو سیکیورٹی فراہم کی جا رہی ہے۔ صدر صاحب بھیک مانگنے کے لیے آئے روز لاکھوں ڈالرز خرچ کر کے مختلف ممالک کی یاترا کرتے ہیں۔ دُہائیاں دی جا رہی ہیں ''امریکا آئی ایم ایف سے قسط کے اجرا کے لیے اثر و رسوخ استعمال کرے، پاکستان کے ڈونرز امداد بند نہ کریں''۔ امریکہ کو یقین دہانی کرائی جا رہی ہے ہم اپنے عوام کے منہ سے نوالہ بھی چھین لیں گے، آپ غم نہ کریں ''ریفارمز جنرل ٹیکس اور فلڈ ٹیکس لگایا جا چکا ہے۔''

یہ ہے ہمارا پیارا پاکستان جس کی پیدائش میں لاکھوں جانیں قربان کی گئیں، جس کی سرزمین پر قدم رکھ کر لوگوں نے پورے پورے خاندان لٹانے کے باوجود سجدے کیے۔ لاکھوں مسلمان عورتیں عصمتیں، سہاگ، بیٹے، بھائی، گھر بار سب لٹا کر پہنچیں۔ ہزاروں اللہ کو ماننے والی بیٹیاں ہندوؤں اور سکھوں کی تحویل میں چلی گئیں۔ خدارا، بتاؤ کیا یہ وہی پاکستان ہے جس کا مطلب لا الٰہ الا اللہ کہہ کر برصغیر کے مسلمانوں کی حمایت حاصل کی گئی تھی۔ اگر ہم یہاں اسلام کا نظامِ عدلِ اجتماعی نافذ نہیں کرتے تو روئے زمین پر کیا اس سے بڑا افراڈ، دھوکہ، خیانت، بددیانتی، جھوٹ اور مکر ہو سکتا ہے۔ واللہ نہیں، کبھی نہیں۔

قائداعظم کی جیب کے کھوٹے سکوں نے پوری قوم کو کھوٹا کر دیا۔ روٹی، کپڑا اور مکان کا نعرہ لگانے والوں نے عوام کے منہ سے نوالا بھی چھین لیا۔ اوپر سے آنے والے ''گندے پانی'' نے ہر طرف حرام خوری کی غلاظت بکھیر دی، اور حرام خوری لازماً اپنے ساتھ بے حیائی اور بدکاری کا طوفان لاتی ہے۔ سو وہی ہوا۔ آج جس طرف نظر اُٹھائیے، بے حیائی کا اشتہار بنی عورت، سر سے پیر تک عریاں اور فحش مناظر کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے۔ سڑک پر چلیے تو چاروں طرف جہازی سائز بورڈ آپ کے منتظر، ٹی وی بالخصوص نجی ٹی وی چینلوں نے تو ٹھیکہ ہی بے حیائی کو پروان چڑھانے کا لیا ہے۔ عوام بھوکے تو ہیں۔ مہنگائی کا شور بھی بہت ہے۔ لیکن کوئی جھونپڑا کیبل سے محروم نہیں ہے۔ جنسی بھوک بڑھانے کا پورا پورا سامان ہر شخص کو حاصل ہے۔ موبائل بچے بچے کے ہاتھ میں ہے۔ ریموٹ دو سال کا بچہ بھی چلانا جانتا ہے۔

قومی قتل کی اس سے بڑی مثال کیا انسانی تاریخ پیش کر سکتی ہے؟ ہم سے ہماری ملی اور قومی شناخت چھینی جا رہی ہے۔ مسلمان عورت جو حیا کا پیکر تھی آج بے حیائی کا اشتہار بن کر پوری ملتِ اسلامیہ کے منہ پر کالک مل رہی ہے۔ اور اُسے کہا جا رہا ہے کہ تم قوم کا نام روشن کر رہی ہو۔ تم قوم کا فخر ہو، تم نے مقابلہ حسن میں شرکت کر کے، تم نے انڈیا کے اسٹیجوں پر ناچ تھرک کر پاکستان

کوخوب متعارف کروایا۔

واللہ! ابلیس ابن آدم کا شکاری ہے۔ اور آج ہمارے ملک میں تو وہ حکمران ہے۔ اس کے ساتھ لاکھوں کی فوج ہے۔ پولیس کی عظیم نفری ہے۔ اور وہ اپنے پورے لاؤلشکر کے ساتھ اللہ کے نام پر حاصل کردہ اس ملک کو لوٹنے کے لیے ٹوٹ پڑا ہے۔

بخدا! یہ وہ پاکستان نہیں جس کا خواب علامہ اقبال نے دیکھا تھا۔ یہ وہ آزاد اسلامی ریاست نہیں جس کا خواب برصغیر کے کروڑوں مسلمانوں کے سینے میں ایمان کا نور بن کر جگمگایا تھا۔ ہم کس سے فریاد کریں، کس سے پوچھیں ۔

ہم کو تھپک تھپک کے دکھائے گئے تھے خواب
خاموش کیوں ہو اب ہمیں تعبیر خواب دو

کیا ہمیں اپنے پُر نور خواب کی تعبیر کے لیے پھر خون کے نذرانے پیش کرنے ہوں گے؟ کیا اب پھر اپنے قاتلوں، لٹیروں، ابلیس کے ایجنٹوں سے مقابلے کے لیے اٹھنا ہوگا؟ کیا اب پھر آگ اور خون کا سمندر ہمارے سامنے ہے؟ کیا آگ اور خون کے سمندر کے اُس پار ایک اسلامی ریاست اللہ کی شریعت، امن وسلامتی، انسانیت کی فلاح ونجات، امن عالم کا پیغام لیے موجود ہے؟ بے شک مسلمانانِ پاکستان کو اُٹھنا پڑے گا اور وہ اُٹھیں گے۔ ہاں! ان شاء اللہ۔ وہ مہربان رب اب اپنے شیروں کو اپنے دشمن گیدڑوں کے مقابلے میں ضرور نصرت و رحمت سے ہمکنار کرے گا۔ چھیاسٹھ لاکھ مسلمانوں کی قربانیوں کو وہ کبھی رایگاں نہیں جانے دے گا۔ اس پاک سرزمین کو وہ ضرور اسلام کا گہوارہ، ملت اسلامیہ کا قلعہ بنائے گا۔ بس ضرورت اس بات کی ہے کہ روٹی، کپڑا اور مکان کا نعرہ لگانے والے فریبی اور مکار بھیڑیوں کے پیچھے چلنے کی بجائے اللہ کے شیروں کا ساتھ دیں۔ اپنی حیوانی خواہشات کی تکمیل میں پوری زندگیاں کھپانے کی بجائے اللہ رب العزت کی رحمانی پکار پر کان دھریں۔ اپنے گھروں کو اللہ رحمٰن ورحیم کے کلام پاک کی آوازوں سے آباد کریں، اور اپنے جسم و جان کو اللہ کے حکموں کی اطاعت میں گھلائیں۔

جس لمحے ہم نے اللہ کے حکموں کے آگے سر جھکا دیا اُسی لمحے اللہ کی روٹھی ہوئی رحمت لوٹ آئے گی۔ اللہ خیر الرازقین آسمان سے بے بہا رزق برسائے گا اور زمین اپنے خزانے انڈیل دے گی۔

آج بھی اللہ رب کائنات نے اس اُمت کو دنیا جہاں کے بے بہا خزانے عطا کر رکھے ہیں۔ سونا چاندی تیل، گیس، لاکھوں قسم کی معدنیات، بے حد زرخیز زمین، گرم پانیوں کے سمندر اور کروڑہا کروڑ نعمتیں۔ مگر یہ ہماری ہمارے رب رازق وخالق سے بے وفائی اور غداریاں ہیں کہ دنیا جہان کی یہ نعمتیں ہمارے دشمن ہم سے چھینے لیے جا رہے ہیں، اور ہم رب کائنات کی رحمتوں اور نصرتوں سے محروم بے بسی اور بے کسی، محرومی اور کسمپرسی کا نمونہ عبرت بنے ہوئے ہیں۔ یہ اللہ کا فیصلہ ہے کہ جو قوم اللہ کی آیات سے منہ موڑتی ہے، اللہ دنیا میں بھی اس کی زندگی تنگ کر دیتا ہے، اور جو قوم اللہ کو بھلا دیتی ہے، اللہ خود اس کا نفس اس کو بھلا دیتا ہے۔

اللہ کے شیر آج اللہ کے کلمے کی سربلندی کے لیے اللہ کے دشمنوں کے مقابلے میں ڈٹے ہوئے ہیں۔ 30، 35 سال کی عظیم قربانیوں نے ان کی صداقت ایمانی کو آج دنیا کے سامنے کھول دیا ہے۔ وہ اُمت مسلمہ کے ایک ایک فرد کو عزت اور عروج کے راستے خلافت اور شریعت پر چلنے کے لیے پکار رہے ہیں۔ کیا ہم عزت اور سرفرازی کی اس پکار پر لبیک کہنے کو تیار ہیں؟......

تنظیمی اطلاع

حلقہ پوٹھوہار کی مقامی تنظیم جاتلاں میں ظفر اقبال کا بطور امیر تقرر

مقامی تنظیم میرپور کی تقسیم کے بعد ناظم حلقہ پوٹھوہار کی جانب سے نئی مقامی تنظیم جاتلاں میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 31 مارچ 2011ء میں مشورہ کے بعد جناب ظفر اقبال کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

خلافت فورم

☆ امریکہ پاکستان کا دوست اور اتحادی؟
☆ کیا جنرل ضیاء الحق اور جنرل مشرف خطے میں امریکی ایجنڈے کو آگے بڑھانے کے لیے پاکستان پر مسلط کیے گئے تھے؟
☆ نائن الیون کے سانحہ میں کوئی افغانی یا پاکستانی ملوث نہیں تھا پھر افغانستان پر حملہ اور پاکستان سے گن پوائنٹ پر تعاون کیوں حاصل کیا گیا؟
☆ کیا ISI افغان جنگ میں واقعتاً ڈبل گیم کر رہی ہے یا یہ محض امریکی الزام تراشیاں ہیں؟

پاکستان نے امریکہ کا اتحادی بن کر کیا کھویا کیا پایا؟

ان سب سوالات کے جوابات
امیر جماعت اسلامی سید منور حسن صاحب اور
امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب کی زبانی سنیے
تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ www.tanzeem.org "خلافت فورم" پر

میزبان: ایوب بیگ مرزا

پروگرام کے بارے میں اپنی آراء وتجاویز media@tanzeem.org پر ای میل کریں

پیشکش: شعبہ سمع وبصر مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

انقلاب نبویؐ کا مرحلہ اول: کردار سازی اور اُس کا نبوی طریق

انسانی تاریخ کا عظیم ترین انقلاب

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا فکر انگیز خطاب

معزز حاضرین اور محترم خواتین! سیرت خیر الانام کے سلسلہ میں آج میری گفتگو کا عنوان ہے: انقلاب نبوی کا مرحلہ اول: کردار سازی اور اُس کا نبوی طریق۔ ظاہر ہے اسلامی انقلاب مرد لائیں گے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ یہ مردان کار کہاں سے آئیں گے، اور حزب اللہ کی تشکیل اور تنظیم کیسے ہوگی اور اس کے کارکنان کا تزکیہ اور تطہیر کیونکر ہوگی۔ اس کا نبوی طریقہ کار کیا ہے۔ اب تک جو دو خطبے ہو چکے ہیں، اُن میں پہلا خطبہ زیادہ بنیادی علمی نوعیت کا تھا۔ اُس میں بتایا گیا تھا کہ فلسفۂ دین میں نبوت و رسالت پر ایمان کا مقام کیا ہے۔ دوسرے خطبے میں یہ بات واضح کی گئی کہ حضور ﷺ کی عظیم المرتبت شخصیت میں نبوت و رسالت اپنے تکمیل کے مرحلے کو کیونکر پہنچی۔ اس کے دو مظاہر بتائے گئے تھے۔ ایک یہ کہ آپؐ پر ہدایت کامل ہوگئی۔ ہدایت کا آغاز تو حضرت آدم علیہ السلام سے ہوا تھا، مگر یہ ہزاروں سال ارتقائی مراحل طے کر کے قرآن مجید میں آ کر اپنے آخری اور تکمیلی درجے کو پہنچ گئی۔ اور چونکہ ہدایت کامل ہوگئی، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ بھی لے لیا۔ دوسرے یہ کہ انسان کے تمدنی ارتقاء کے ساتھ دین حق بھی ارتقاء کے مراحل طے کرتے ہوئے محمد رسول اللہ ﷺ پر آ کر مکمل ہوگیا۔ سورۃ المائدہ کی آیت 3 میں تکمیل رسالت کے ان دونوں مظاہر کا ذکر بایں الفاظ کیا گیا ہے:

﴿اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾

”آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔“

اس آیت سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ پر اپنا دین بھی مکمل کر دیا اور ”نعمت“ کی بھی تکمیل فرما دی۔ اور نعمت سے مراد نعمت ہدایت ہے۔ اگرچہ ہم کہہ دیتے ہیں کہ یہ صحت بڑی نعمت ہے، یہ دولت بھی نعمت ہے، اولاد بھی نعمت ہے۔ یقیناً یہ سب چیزیں نعمت ہیں۔ مگر سب سے بڑی بلکہ اصل نعمت نعمت ہدایت ہے۔ ہدایت کے ساتھ ہی یہ چیزیں بھی نعمت ہیں۔ اگر ہدایت نہیں ہے تو پھر حقیقت میں کوئی شے بھی نعمت نہیں ہے۔ چنانچہ اگر صحت ہے مگر ہدایت نہیں ہے تو پھر یہ خرابیوں کا باعث بنے گی۔ پھر بدمعاشیاں ہوں گی، گلچھرے اڑائے جائیں گے، معاشرے میں فساد اور گندگی پھیلے گی۔ اسی طرح اگر دولت ہے مگر ہدایت نہیں ہے تو پھر اسراف و تبذیر کے شیطانی مظاہرے اور عیاشیاں ہوں گی، جیسا کہ آج کل دولت مندوں کے ہاں ہو رہا ہے۔ پس یہ دو مظاہر تکمیل نبوت کے ہیں۔ اسی طرح تکمیل رسالت کے بھی دو مظاہر ہیں۔ ایک یہ کہ آپؐ کو دین حق کی صرف تبلیغ ہی نہیں کرنا تھی بلکہ اس کو قائم بھی کرنا تھا۔ دوسرے دین کا غلبہ صرف جزیرہ نمائے عرب ہی میں نہیں ہونا بلکہ پوری دنیا میں ہونا ہے۔ یوں نبوت و رسالت کی تکمیل کے چار مظاہر ہوگئے۔

اب آئیے، آج کے موضوع کی طرف! نبی اکرم ﷺ کو اللہ نے جو رول دیا وہ تحریکی رول ہے، وہ ایک انقلابی عمل ہے۔ آپؐ کو دین حق کو غالب کرنا تھا۔ یہ بات واضح ہو کہ کسی بھی نظام کو قائم کرنے کے لیے مخصوص طریقہ کار پر عمل کرنا ہوگا۔ تب ہی پہلے سے قائم نظام کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینکنا ممکن ہوگا، اور نیا نظام قائم ہوگا۔ پہلے سے رائج نظام کو ختم کریں گے تو پھر ہی نیا نظام قائم ہوگا۔ اس لیے کہ نظام کہیں بھی دو نہیں ہو سکتے۔ مذہب سو بھی ہو سکتے ہیں مگر نظام ایک ہی ہوگا۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ کسی بھی جگہ نظام کا خلا نہیں ہوتا۔ کوئی نہ کوئی نظام بہر حال موجود ہوتا ہے۔ مثلاً کہیں بادشاہت کا نظام ہوگا، کہیں جمہوریت کا نظام ہوگا، کہیں سرمایہ داری ہوگی، کہیں کیمونزم کا نظام ہوگا، کہیں قبائلی سسٹم ہوگا، کہیں جاگیرداری ہوگی۔ کوئی جگہ ایسی نہیں ہو سکتی جہاں کوئی نظام نہ ہو، اور کسی جگہ پر نیا نظام لانے کے لیے پہلے سے قائم نظام کو اکھاڑ کر پھینکنا ضروری ہے۔ اسی کا نام انقلاب (Revolution) ہے۔ قرآن حکیم میں تین مرتبہ وہ الفاظ آئے ہیں جن میں آپؐ کا مشن ”اظہار دین علی الدین کلہ“ بتایا گیا ہے۔ فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ﴾

”وہی ہے اللہ جس نے بھیجا اپنے رسول (محمدؐ) کو الہدیٰ (قرآن حکیم) دے کر اور دین الحق کے ساتھ، تاکہ وہ اُسے پورے کے پورے دین پر غالب کریں۔“

حضور ﷺ کی کچھ حیثیتیں تو وہ ہیں جو تمام انبیاء علیہم السلام میں مشترک ہیں۔ مثلاً سب انبیاء بشیر ہیں، سب نذیر ہیں، سب داعی الی اللہ ہیں، سب اپنے اپنے مقام پر سراج منیر ہیں، سب شاہد بھی ہیں۔ حضور ﷺ کے لیے بھی یہی الفاظ آئے ہیں۔ سورۃ الاحزاب میں فرمایا:

﴿یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ۝ وَّدَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ۝﴾

”اے پیغمبر ہم نے تم کو گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور اللہ کی طرف بلانے والا اور چراغ روشن۔“

پس یہ حیثیتیں آپؐ اور دوسرے انبیاء و رسل کے درمیان مشترک ہیں، لیکن اظہار دین حق کے الفاظ صرف اور صرف حضور ﷺ کے لیے آئے ہیں، اور جیسا کہ پہلے کہا گیا کہ ایک بار نہیں، تین بار آئے ہیں۔ اس آیت ﴿هُوَ

الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ کو شاہ ولی اللہ دہلوی نے پورے قرآن کا عمود قرار دیا ہے۔ یعنی قرآن سمجھ میں نہیں آئے گا جب تک یہ آیت نہ سمجھ آ جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ قرآن کا عمود ہے یا نہیں البتہ یہ سیرت کا عمود ضرور ہے۔ سیرت ہرگز سمجھ میں نہیں آئے گی جب تک یہ آیت سمجھ میں نہ آ جائے۔ گویا شاہ ولی اللہ کے نزدیک یہ آیت قرآن کا عمود اور میرے نزدیک یہ سیرت کی کلید ہے۔ پھر یہ کہ اظہار دین حق کا جو مضمون یہاں اور دو دیگر مقامات پر بیان ہوا ہے، اس کے لیے قرآن مجید میں کئی اور اصطلاحات بھی آئی ہے۔ ایک اصطلاح تکبیر رب ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ﴾ ''اپنے رب کی کبریائی کا اعلان کرو۔'' دوسری اصطلاح اقامت دین ہے۔ فرمایا: ﴿اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ ......﴾ یعنی ''دین کو قائم کرو......''۔ ایک اور اصطلاح الدِّيْنُ لِلّٰهِ ہے۔ سورۃ الانفال میں فرمایا گیا: ﴿وَيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ﴾ ہے، یعنی ''دین پورا کا پورا اللہ کے لیے ہو جائے''۔ ایک اور اصطلاح اعلائے کلمۃ اللہ ہے۔ فرمایا: ﴿كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا﴾ غلبۂ دین کے مضمون کی تکرار اور مختلف اسالیب میں بیان سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس راہ میں جدوجہد کی کیا اہمیت ہے۔ مگر افسوس کہ دین کے تعلق سے ہم اتنی اہم ذمہ داری کو قطعاً فراموش کر بیٹھے ہیں۔ مسلمانوں کو خیال ہی نہیں کہ غلبۂ دین کے لیے اُنہیں جدوجہد کرنا ہے، یہ اُن کا فریضہ ہے۔ اگر اسلام کے حوالے سے انہیں کوئی چیز یاد ہے تو وہ نماز، روزہ ہے اور وہ بھی کسی حد تک۔ علامہ اقبال نے کہا تھا ؎

نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں

اس تمہید کے بعد سب سے پہلے ہمیں یہ سمجھنا ہے کہ انقلاب کسے کہتے ہیں۔ انقلاب کے لفظی معنی تبدیلی کے ہیں۔ ہم عام طور پر یہ لفظ کسی بھی لفظ کے ساتھ جوڑ کر استعمال کر لیتے ہیں۔ مثلاً علمی انقلاب، ثقافتی انقلاب، سائنسی انقلاب، فوجی انقلاب۔ لیکن لفظ ''انقلاب'' کے اصطلاحی مفہوم میں اس استعمال کی گنجائش نہیں، بلکہ کسی معاشرے کے سیاسی نظام، معاشی نظام یا سماجی نظام میں سے کسی ایک میں بنیادی تبدیلی کو صحیح انقلاب سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ آج دنیا بھر میں انسانی زندگی کو دو حصوں میں تقسیم مانا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک حصہ فرد کی انفرادی زندگی سے متعلق ہے، جبکہ دوسرا حصہ زندگی کے اجتماعی معاملات کو محیط ہے۔ ان میں سے مقدم الذکر حصہ مذہب کا دائرۂ کار ہے، جو کہ عقائد (dogmas)، مراسم عبودیت (rituals) اور سماجی رسومات (social customs) پر مشتمل ہے۔ آج دنیا بھر میں ان معاملات میں فرد کو آزاد تسلیم کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ہر شخص کو آزادی حاصل ہے کہ وہ جس طرح کے چاہے عقائد اپنا لے۔ چاہے وہ ایک خدا کو مانے، چاہے سو کو مانے یا ہزار کو مانے، چاہے کسی کو بھی نہ مانے۔ جس طرح چاہے مراسمِ عبودیت بجا لائے۔ چاہے گوشہ نشین ہو کر تپسیائیں کرے، چاہے بتوں کے آگے سجدے کرے، یا ایک نادیدہ خدا کی پرستش کرے۔ مراسم عبودیت کی اسے آزادی ہے۔ چاہے روزے رکھے، نماز پڑھے، چاہے مندر میں جائے یا چرچ میں، اجازت ہے۔ اسی طرح سماجی رسومات ادا کرنے میں وہ آزاد ہے۔ شادی کے موقع پر چاہے نکاح پڑھوائے، چاہے پھیرے ڈلوائے۔ فوت شدہ شخص کی میت کو چاہے دفن کیا جائے، چاہے اسے جلا دیا جائے۔

زندگی کا دوسرا حصہ تہذیب، تمدن، ریاست اور سیاست یعنی اجتماعی نظام سے متعلق ہے اور یہ سیاسی نظام، معاشی نظام اور سماجی نظام (The Politico-Socio-Economic System) پر مشتمل ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا تعلق مذہب سے نہیں ہے۔ اسی کا نام سیکولرازم ہے۔ واضح رہے کہ سیکولرازم کا مطلب لامذہبیت نہیں ہے، بلکہ یہ ہمہ مذہبیت' لادینیت کے اصول پر مبنی ہے۔ سیکولرازم میں مذہب تو سارے قابلِ قبول ہیں۔ یہ بات تو بش بھی کہتا تھا کہ "We are ready to embrace Islam" اسلام بطور مذہب پر انہیں کوئی اعتراض نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے امریکہ میں آ کر سیناگاگ اور چرچ خریدے اور انہیں مساجد بنا لیا، ہم نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ انہوں نے یہاں بڑی تعداد میں افرو امریکنز کو اور کچھ گوروں کو بھی convert کر کے مسلمان بنا لیا، ہم نے اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں کیا۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ بحیثیتِ مذہب ان کی اسلام سے کوئی جنگ نہیں ہے، لیکن ایک نظام (Politico-Socio-Economic system) کی حیثیت سے اسلام انہیں قطعاً گوارا نہیں۔ اسلام کے اسی تصور کو وہ فنڈامنٹلزم کا نام دیتے ہیں اور فنڈامنٹلزم کو دہشت گردی (Terrorism) کے مترادف قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ کبھی وہ ''دہشت گردی کے خلاف جنگ'' کا نعرہ لگاتے ہیں تو کبھی ''بنیاد پرستی کے خلاف جنگ'' کا۔ حقیقت میں یہ جنگ اسلام کے نظامِ حیات کے خلاف ہے۔ یہ جنگ اسلام کے عقائد، عبادات اور رسومات کے خلاف نہیں ہے۔

آج کی اصطلاح میں انقلاب اس اجتماعی نظام میں کسی تبدیلی کو کہتے ہیں۔ مذہبی میدان میں کسی بڑی سے بڑی تبدیلی کو بھی انقلاب نہیں کہا جا سکتا۔ تاریخ انسانی میں سب سے بڑی مذہبی تبدیلی 300 عیسوی میں ہوئی تھی، جب شہنشاہِ روم قسطنطینِ اعظم نے عیسائیت اختیار کر لی تھی اور ساری سلطنت عیسائی ہو گئی تھی۔ مذہبی تاریخ میں اتنی بڑی تبدیلی (Conversion) کبھی نہیں ہوئی۔ سلطنت روما اُس وقت تین براعظموں پر پھیلی ہوئی تھی، یعنی پورا شمالی افریقہ، پورا مشرقی یورپ اور پورا مغربی ایشیا۔ لیکن اتنی بڑی مذہبی تبدیلی کو بھی کبھی انقلابات کی تاریخ میں نہیں گنوایا گیا۔ اس لئے کہ اس مذہبی تبدیلی سے سیاسی، معاشی یا سماجی نظام میں کوئی بنیادی تبدیلی واقع نہیں ہوئی تھی، مذہب کی تبدیلی کے باوجود اجتماعی نظام بدستور وہی رہا۔ پس انقلاب (Revolution) وہ تبدیلی کہلائے گی جو کسی ملک کے سیاسی نظام، معاشی نظام یا سماجی نظام سے متعلق ہو اور بنیادی نوعیت کی ہو۔

اب ہم دنیا کے چند مشہور انقلابات کا جائزہ لیتے ہیں۔ ان میں ''انقلابِ فرانس'' بہت مشہور ہے اور اس میں شک نہیں کہ یہ واقعی انقلاب تھا۔ لیکن اس سے صرف سیاسی نظام میں تبدیلی آئی تھی۔ مذہب پہلے بھی عیسائیت تھا، بعد میں بھی وہی رہا۔ سماجی ڈھانچے (Social Structure) میں بھی کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ دوسرا بہت مشہور انقلاب روس کا بالشویک انقلاب ہے جو 1917ء میں آیا۔ اس سے صرف معاشی نظام تبدیل ہوا۔ چنانچہ تمام ذرائع پیداوار قومیا لئے گئے اور انفرادی ملکیت کا خاتمہ کر دیا گیا۔ نوٹ کیجئے کہ یہ دونوں انقلابات ہیں جبکہ رومن امپائر کا بیک وقت کرسچین ہو جانا انقلاب

نہیں ہے۔

اب آپ ذرا محمد رسول اللہ ﷺ کے برپا کردہ انقلاب کا جائزہ لیں۔ سب سے پہلے تو یہ دیکھیں کہ کیا واقعی حضور ﷺ نے انقلاب برپا کیا یا ہم صرف جوشِ عقیدت میں یہ دعویٰ کر بیٹھتے ہیں؟ واقعہ یہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے نہ صرف انقلاب برپا کیا بلکہ تاریخ انسانی کا عظیم ترین انقلاب برپا کیا۔ یہ بات محض جذباتی انداز سے نہیں بلکہ ٹھنڈے تجزیے (Cold Analysis) سے ثابت کی جا سکتی ہے۔ اس پر اپنوں کی ہی نہیں اغیار کی بھی گواہیاں موجود ہیں۔ عربی کا مقولہ ہے: "اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ" یعنی "اصل فضیلت وہ ہوتی ہے جس کا دشمن بھی اقرار کریں"۔ دوست اور اعتقاد رکھنے والے تو ہر چیز کی تعریف ہی کریں گے' اصل تعریف وہ ہے جو دشمن کی زبان سے ہو۔ اگر شیر دل کنگ رچرڈ نے صلاح الدین ایوبی کی تعریف کی تو معلوم ہوا کہ واقعتاً صلاح الدین ایوبی بڑی عظیم شخصیت تھی۔

انقلاب نبویؐ کے حوالے سے پہلی گواہی ایم این رائے کی ہے۔ ایم این رائے ایک بنگالی ہندو تھا اور وہ انٹرنیشنل کمیونسٹ آرگنائزیشن کا رکن تھا۔ اس نے 1920ء میں بریڈلا ہال لاہور میں "اسلام کا تاریخی کردار" (The Historical Role of Islam) کے عنوان سے لیکچر دیا۔ اپنے لیکچر میں اُس نے صاف لفظوں میں کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ تاریخ انسانی کا عظیم ترین انقلاب محمد (ﷺ) نے برپا کیا۔ واضح رہے کہ وہ عقیدت مند نہیں ہے' ایک بنگالی ہندو ہے اور ٹاپ کا کمیونسٹ ہے' لیکن وہ بھی یہ بات تسلیم کر رہا ہے۔ یہ گواہی پچھلی صدی کے آغاز سے 20 برس بعد کی ہے۔

دوسری گواہی امریکی ڈاکٹر مائیکل ہارٹ کی ہے۔ اُس نے پچھلی صدی کے اختتام سے بیس برس پہلے ایک کتاب "The 100" لکھی۔ اس کتاب میں اُس نے پانچ ہزار سالہ معلوم انسانی تاریخ میں سے ایسے ایک سو انسانوں کا انتخاب کر کے ان کی درجہ بندی (gradation) کی' جنہوں نے انسانی تمدن کے دھارے کے رخ کو موڑنے میں مؤثر کردار ادا کیا۔ اس درجہ بندی میں وہ نمبر ایک پر لایا محمد رسول اللہ ﷺ کو۔ ڈاکٹر مائیکل ہارٹ مذہب کے اعتبار سے عیسائی ہے۔ اس کی یہ کتاب دنیا میں بہت عام ہوئی ہے' لیکن اشاعت کے بعد وہ بہت جلد نایاب ہو گئی تھی اور عام خیال یہ تھا کہ شاید کسی سازش کے تحت اسے غائب کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ اس نے اس کتاب میں (عیسائیوں کے نزدیک خدا کے اکلوتے بیٹے) حضرت مسیح علیہ السلام کو نمبر تین پر رکھا اور حضور ﷺ کو نمبر ایک پر لایا' اور یہ بات عیسائی دنیا کے لئے قابلِ قبول اور قابلِ برداشت نہیں تھی۔ اس نے لکھا ہے:

"My choice of Muhammad to lead the list of the world's most influential persons may surprise some readers and may be questioned by others, but he was the only man in history who was supremely successful on both the religious and secular levels."

ڈاکٹر مائیکل ہارٹ کے نزدیک انسانی زندگی کے دو علیحدہ علیحدہ میدان ہیں۔ ایک ہے مذہب' اخلاق اور روحانیت کا میدان' جبکہ دوسرا ہے تمدن' تہذیب' سیاست اور معاشرت کا میدان' اور ان دونوں میدانوں میں انتہائی کامیاب (Supremely successful) انسان تاریخ انسانی میں صرف اور صرف ایک ہی ہیں اور وہ ہیں حضرت محمد ﷺ۔ جن لوگوں کو بالعموم بڑا سمجھا جاتا ہے ان کی عظمت کسی ایک پہلو سے نمایاں ہوتی ہے۔ عبادت گزاری اور نفس کشی میں گوتم بدھ بہت اونچا ہے۔ اخلاقی تعلیمات کے اعتبار سے حضرت مسیح علیہ السلام بہت اونچے ہیں' لیکن ریاست' حکومت اور سیاست میں ان کا کوئی دخل نہیں۔ فتوحات اور ملک گیری کے حوالے سے سکندرِ اعظم بہت اونچا ہے' اٹیلا بہت اونچا ہے' چنگیز خان بہت اونچا ہے' اکبر اعظم بہت اونچا ہے، اور بھی بڑے بڑے حکمران ہو گزرے ہیں لیکن دین' اخلاق اور روحانیت میں ان کا کوئی مقام تھا؟ یہاں زیرو سے بھی کام نہیں چلے گا' minus لانا پڑے گا۔ تاریخ انسانی میں صرف اور صرف ایک ہی انسان ہے جو ہر دو اعتبار سے بلند ترین اور کامیاب ترین قرار پاتا ہے اور وہ ہیں محمد رسول اللہ ﷺ۔

اغیار کی گواہیوں میں سے تیسری گواہی ایچ جی ویلز کی ہے۔ لیکن اس کی جس عبارت کا یہاں حوالہ دیا جا رہا ہے اس کی کتاب "A Concise History of the World" کے نئے ایڈیشن سے اس عبارت کو نکال دیا گیا ہے۔ واقعتاً کسی دشمن کی زبان سے اس سے بڑا خراجِ تحسین ممکن نہیں۔ اس لئے کہ ایچ جی ویلز بدترین دشمن ہے۔ اس نے حضور ﷺ کی سیرتِ طیبہ پر سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین (دو بدبخت جو مسلمانوں میں پیدا ہوئے) ان سے کہیں زیادہ زہریلے اور ان سے کہیں زیادہ کمینگی والے جملے کہے ہیں۔ لیکن جب اُس نے آنحضور ﷺ کے خطبہ حجۃ الوداع کے مندرجہ ذیل الفاظ کا حوالہ دیا ہے تو وہ گھٹنے ٹیک کر خراجِ تحسین پیش کرنے پر مجبور ہو گیا ہے۔ خطبہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

((يَا اَيُّهَا النَّاسُ! اَلَا اِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ وَاِنَّ اَبَاكُمْ وَاحِدٌ' اَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلٰى عَرَبِيٍّ وَلَا لِاَحْمَرَ عَلٰى اَسْوَدَ وَلَا اَسْوَدَ عَلٰى اَحْمَرَ اِلَّا بِالتَّقْوٰى))

(مسند احمد ح 22978)

"لوگو! آگاہ ہو جاؤ' یقیناً تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے۔ خبردار! نہ کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت حاصل ہے اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر۔ اور نہ کسی گورے کو کسی کالے پر کوئی فضیلت حاصل ہے اور نہ کسی کالے کو کسی گورے پر۔ فضیلت کی بنیاد صرف تقویٰ ہے۔"

ایچ جی ویلز اگرچہ عیسائی ہے' لیکن خطبہ حجۃ الوداع کا حوالہ دینے کے بعد وہ یہ اعتراف کرنے پر اپنے آپ کو مجبور پاتا ہے کہ:

"اگرچہ انسانی اخوت' مساوات اور حریت کے وعظ تو دنیا میں پہلے بھی بہت کہے گئے تھے اور ایسے وعظ ہمیں مسیح ناصری کے ہاں بھی بہت ملتے ہیں' لیکن یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ یہ محمد (ﷺ) ہی تھے جنہوں نے تاریخ انسانی میں پہلی بار ان اصولوں پر ایک معاشرہ قائم کیا۔"

چنانچہ دشمنوں کی گواہی سے بھی یہ بات ثابت ہو گئی کہ یہ تاریخ انسانی کا عظیم ترین انقلاب تھا جو محمد رسول اللہ ﷺ نے برپا فرمایا۔

(جاری ہے)

احتجاج......احتجاج......؟

اہلیہ انصار احمد

شیطان صفت صلیبی انتہا پسند اور جنونی ملعون ٹیری جونز نے قرآن کو شہید کر کے اپنے اندر کی خباثت کو ظاہر کر دیا۔ اُس نے وہ لعین حرکت کر ڈالی جس کا مستحق درحقیقت وہ خود تھا، یعنی چاہیے تو یہ تھا کہ خود اپنے آپ کو ایک گھنٹہ مٹی کے تیل میں بھگوتا اور پھر اپنے آپ کو آگ لگا دیتا، کہ کم از کم ایک غلاظت بھرے وجود سے زمین پاک ہو جاتی۔

ایک ارب سے زائد مسلمان اور ستاون اسلامی ممالک کے ہوتے ہوئے بھی اگر اس کو یہ جرأت ہوئی ہے، تو ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ قصور کس کا ہے۔ نبی کریم ﷺ اور قرآن پاک سے اعدائے اسلام کی عداوت اور حسد کوئی نئی بات نہیں، مگر اس کے باوجود کبھی ان کو یہ جرأت نہیں تھی کہ قرآن اور صاحب قرآن ﷺ کی ذات مقدسہ پر اپنے گھناؤنے اور پے در پے حملے کرتے۔ درحقیقت یہ ہماری کمزوری اور بے عملی ہے جس نے کفار کو اتنا دلیر کر دیا ہے کہ وہ اپنے خبث باطن کا اظہار کرنے میں اتنے بے باک ہو گئے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ایسا کب تک ہوتا رہے گا اور کیا ہم عنداللہ اپنی براءت پیش کر سکیں گے؟ حسبِ معمول اس حرکت کے بعد مسلمانوں نے احتجاج کیا، مگر کیا احتجاج کرنے سے اور امریکہ کے خلاف نعرے لگانے سے ہمارا فرض ادا ہو جائے گا؟ کیا یہ مسئلے کا حل ہے؟ احتجاج ہونا چاہیے، مگر محض احتجاج پر اکتفا کر لینے کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ عوام کا غیظ و غضب چند نعرے لگانے، امریکہ اور حکومت کو گالیاں دینے سے ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ جبکہ وہ ظالم اگر وقتی طور پر پیچھے ہٹ بھی جائیں تو وہ دوبارہ پلٹ کر وار کرتے ہیں جبکہ عوام میں دوبارہ وہ اشتعال پیدا نہیں ہوتا۔ اس کی وضاحت کے لیے دو مثالیں کافی ہیں، جن کی روشنی میں ہم اپنے ماضی کا جائزہ لے سکتے ہیں۔

پرویز مشرف کے دور میں نصاب کی تبدیلی پر بڑا شور ہوا۔ عوام نے خوب احتجاج کیا، جوابا فوجی ڈکٹیٹر وقتی طور پر پیچھے ہٹ گیا اور جب عوام کے جذبات ٹھنڈے ہو گئے تو اس سیکولر لادین شخص نے دوبارہ اپنی کارروائی شروع کر دی اور مذہبی و دینی طبقہ چیختا رہ گیا، مگر عوام کو دوبارہ احتجاج پر نہ اٹھا سکا۔

یہ تو تھا ملکی سطح کا معاملہ، جب وہاں احتجاج کرنے کا یہ حال ہوا تو امریکہ اور اسرائیل پر ہمارے احتجاج کا کیا اثر ہوگا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب پہلی بار توہین قرآن و رسالت کا معاملہ ہوا تھا تو عوام بہت ہرٹ ہوئے تھے، اور زبردست احتجاجی مظاہرے، ہڑتالیں اور پتہ نہیں کیا کیا ہوا تھا، مگر وہ خبیث و غلیظ تو اپنی خباثت و غلاظت ظاہر کرنے سے باز نہ آئے، مگر عوام رفتہ رفتہ اتنے ٹھنڈے، بلکہ نعوذ باللہ عادی ہو گئے ہیں کہ اب ہمارے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ یہ ایک المیہ ہے۔

عدلیہ کی بحالی جیسی استثنائی صورتیں بھی ہیں مگر اس کے پیچھے بھی دراصل پنجاب حکومت اور فوج تھی ورنہ بحیثیت مجموعی غیر منظم احتجاج سے ہم کوئی اہم ٹارگٹ حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ ریمنڈ ڈیوس والا معاملہ بھی دیکھ لیں، یہ اول و آخر فوج اور آئی ایس آئی کا معاملہ تھا۔ ان کو ریمنڈ ڈیوس پر شک تھا، چنانچہ دو نوجوانوں کو اس کے پیچھے لگا دیا۔ مگر ان کو یہ اندازہ نہ تھا کہ وہ اس حد تک چلا جائے گا کہ ان دونوں نوجوانوں کو قتل کر دے گا۔ چنانچہ اس کو گرفتار کر لیا گیا۔ شنید ہے کہ یہ سب فوج ہی کے حکم پر ہوا، کیونکہ یہ سب جانتے ہیں کہ بعد کے تمام مذاکرات فوج اور آئی ایس آئی سے ہی ہوئے، اور کچھ لو اور کچھ دو پر معاملات طے پا گئے۔ ایسا لگتا ہے کہ آئی ایس آئی اور فوج امریکہ کے دباؤ سے نکلنا چاہ رہی ہیں، لیکن ایک تو پرویز مشرف نے امریکی مداخلت بہت زیادہ بڑھا دی ہے، دوسری طرف موجودہ حکومت بھی شاہ سے زیادہ شاہ کی وفادار بنی ہوئی ہے۔ اگر زرداری صاحب کا بس چلتا تو شاید ریمنڈ کی جگہ وہ خود جیل چلے جاتے اور اس سے ہاتھ جوڑ کر اس گستاخی پر معافی مانگتے۔ تیسری اور اہم وجہ ایمان اور مومنانہ فراست کی کمی ہے، جس کی وجہ سے ہم امریکہ کے خوف سے خود کو مکمل طور پر آزاد نہیں کرا پاتے، جس کی وجہ سے ہمیں بار بار ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

بہرحال بات کسی اور طرف نکل گئی، اصل بات یہ ہے کہ غیر منظم احتجاج ان مسائل کا حل نہیں۔ میری تمام دینی و مذہبی اور سیاسی جماعتوں اور اُن تمام گروہوں اور اشخاص سے جو کہ واقعتاً اس واقعہ سے غم زدہ ہیں اور اس کا بدلہ لینا چاہتے ہیں، گزارش ہے کہ خدارا جذباتیت سے پرہیز کریں اور اپنی حکمت عملی کی بنیاد قرآن و سنت و علم اور تجزیہ پر رکھیں۔ کفار کی کامیابی کا راز ہی یہ ہے کہ وہ اپنے تجزیہ کی بنیاد ہی علم کی ٹھوس بنیادوں پر رکھتے ہیں اور انسانی نفسیات، مسلمانوں کی کمزوریوں اور طاقت کو سامنے رکھ کر پلاننگ کرتے ہیں۔ پھر آہستہ آہستہ مگر منظم انداز سے اس پر عمل کرتے ہیں۔ وقتی طور پر پیچھے ہٹنا بھی پڑے تو ہٹ جاتے ہیں مگر دوبارہ اس سے بھی زیادہ تیزی سے اپنے ٹارگٹ کی طرف بڑھتے ہیں۔ یاد رکھیے، ان کا ٹارگٹ مسلمانوں اور اسلام کی مکمل تباہی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ نور اسلام کا خاتمہ نہیں کر سکیں گے، مگر ہمیں نقصان تو وہ پہنچا رہے ہیں۔ جبکہ ہمارا حال یہ ہے کہ جب وقتی ابال آتا بھی ہے تو تھوڑے سے احتجاج کے بعد ٹھنڈے ہو کر بیٹھ جاتے ہیں اور کسی نئے زخم کا انتظار کرنے لگتے ہیں۔ علماء کرام، دینی و مذہبی رہنما اور باشعور مسلمان دشمنوں کی سازش کو سمجھیں اور عوام میں یہ شعور بیدار کریں کہ ہمارے مسائل کا حل اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے تعلق مضبوط کرنے میں ہے۔ انفرادی اور اجتماعی سطح پر اسلام کو اختیار کریں۔ اس پر خود بھی عامل ہوں اور ریاستی سطح پر خلافت کا نظام قائم کریں جو مسلمانوں کو قوت و طاقت دیتا ہے، جس کے سہارے وہ دشمنوں کو عبرت ناک انجام سے دوچار کر سکتے ہیں۔ پھر یہ کہ کفار پیغمبر اسلام اور قرآن کی توہین کر رہے ہیں، ہم اللہ کے نبی اور اُس کی کتاب کی انتہا درجے کی تکریم

(باقی صفحہ 15 پر)

میرے ابی جان!

امت الحی

آج اس دہرِ فنا حال میں اے دہر بتا
ایسا بے تاب جگر اور ملے گا کوئی؟
عاشقِ حسنِ ازل اور ملے گا کوئی؟

ابو جی، آپ کو اِس فانی جہان سے اُس لافانی جہان کی طرف جہاں جانے کی تیاری میں آپ نے اپنی شعوری زندگی کے تمام ماہ و سال لگا دیئے تھے، ایک برس ہونے کو آیا ہے۔ اس دوران میں نے نہ معلوم کتنی بار قلم اُٹھایا اور آپ کے بارے میں کچھ لکھنے کی کوشش کی، لیکن کبھی ہاتھوں سے دم نکل جاتا اور کبھی آنکھوں سے نکلنے والا پانی لکھے ہوئے چند حروف کو مدھم کر دیتا۔

ابو جی، مجھے اپنے مہربان رب کی بے پایاں رحمت کے حوالے سے یقین ہے جواب آپ کا میزبان ہے۔ اس کی مہمان نوازی نُزُلًا مِّنۡ غَفُوۡرٍ رَّحِیۡمٍ کے چرچے آپ کی زبانی بارہا سنے اور اب آپ ان شاء اللہ اپنے رب غفور ورحیم کی مہمان نوازی کا خوب لطف اُٹھا رہے ہوں گے۔

ہمیں اپنے رب کی رحمت سے اس بات پر بھی کامل یقین ہے کہ یہ جدائی عارضی ہے اور اپنے رب کے اس وعدہ کے حوالے سے کہ:

﴿وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَاتَّبَعَتۡہُمۡ ذُرِّیَّتُہُمۡ بِاِیۡمَانٍ اَلۡحَقۡنَا بِہِمۡ ذُرِّیَّتَہُمۡ وَمَاۤ اَلَتۡنٰہُمۡ مِّنۡ عَمَلِہِمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ ؕ کُلُّ امۡرِیًٔۢ بِمَا کَسَبَ رَہِیۡنٌ ﴿۲۱﴾﴾

(سورۃ الطور)

”اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد بھی (راہِ) ایمان میں ان کے پیچھے چلی ہم ان کی اولاد کو بھی ان (کے درجے) تک پہنچا دیں گے اور ان کے اعمال میں سے کچھ کم نہ کریں گے ہر شخص اپنی کمائی کے بدلے میں رہن ہے۔“

ہم پُر اُمید ہیں کہ ان شاء اللہ ہمارا رب ہمیں بہترین مقام پر ملائے گا، پھر بھی ابو جی اس عارضی جدائی کا غم بار بار ہرا ہوتا ہے۔

آپ کی رحلت کے بعد آپ کی با مقصد متحرک زندگی، خدمت قرآنی اور اقامت دین کی خاطر سعی و جہد، سیرت و کردار کے حوالے سے آپ کی مدح و ستائش پر بے تحاشا مضامین اخبارات و رسائل میں چھپتے رہے۔ لکھنے والوں میں آپ کے وہ ساتھی بھی تھے جنہیں سالوں آپ کی رفاقت میسر رہی اور ایسے بھی تھے جنہوں نے صرف چند اور بعض نے صرف ایک ہی ملاقات کا ذکر نہایت جوش و جذبے اور جذبہ ایمانی سے کیا۔ الحمد للہ کہ ملنے والے اب بھی آپ کا ذکر خیر کرتے نہیں تھکتے۔ تو ابو جی، میری یادوں کے الاؤ میں تو آپ کے حوالے سے ان گنت دیئے ٹمٹما رہے ہیں۔ مجھے تو امی جان کی زبانی سنی یہ بات بھی یاد ہے جب میری پیدائش پہ آپ نے یہ کہتے ہوئے امرتی بانٹی تھی کہ کہیں لوگ یہ نہ سمجھ لیں کہ چوتھی بیٹی پیدا ہوئی تو ہمیں کوئی خوشی نہیں۔ اور پھر سفر آخرت پر روانہ ہونے سے دو ہفتے قبل ہی تو آپ نے اور امی جان نے مسلسل 9 دن میرے پاس گزارے تھے۔ ان دنوں کا ایک ایک لمحہ میرے لیے متاع بے کراں کا درجہ رکھتا ہے (یہ اس 8 مارچ کے دھماکے کی ہی عنایت تھی کہ چند دنوں کے لیے آپ کو قرآن اکیڈمی سے نکلنا پڑا اور اس طرح ہم بیٹیوں کے نصیب جاگ گئے)۔ اور ابو جی جس شان سے آپ کو آپ کا رب سفر آخرت پر لے کر گیا، ؏

مجھے یاد ہے سب ذرا ذرا

لیکن جب بھی آپ کے حوالے سے کچھ لکھنے کے لیے میں یادوں کے ان دیوں کی لو کو بلند کرتی ہوں تو آنکھوں کا پانی اُن کو پھر مدھم کر دیتا ہے۔

میں کیا کیا لکھوں؟ میں تو آپ کے لمحے لمحے کی گواہ ہوں۔ آپ نے زمانۂ طالب علمی ہی میں اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر ”میری زندگی کا مقصد، تیرے دیں کی سرفرازی“ کا اعلان کیا اور عملاً اسی راہ پر چلنے کو مقصد حیات بنایا تو گویا اپنی نفسانی خواہشات و امنگوں کو آغاز میں ہی قربان کر دیا۔ بشری تقاضے اور بشری خامیاں کس میں نہیں ہوتیں۔ آپ کو قدم قدم پر ہر نوع کی آزمائشوں سے نبرد آزما ہونا پڑا لیکن کوئی دنیاوی لالچ یا آزمائش یا خامی آپ کے عزم کو متزلزل نہ کر سکی۔

جب اُٹھائی تھیں تیری راہ میں سر کی قسمیں
جان دے کر بھی نبھائی ہیں وفا کی رسمیں
لوٹنا راہ تمنا سے نہیں تھا بس میں
زندگی سے بھی مقدم رہا قربان جنوں

ابو جی، آپ نے میڈیکل کی مشکل تعلیم حاصل کی۔ آپ ڈاکٹر بنے۔ اعلیٰ صلاحیتوں، اعلیٰ ذوق اور لاتعداد خوبیوں کے مالک۔ مزین دنیا آپ کے سامنے اپنے دونوں بازو پھیلائے کھڑی تھی۔ لیکن اللہ کے کلام اور نبی ﷺ کی محبت نے اس طرح سیراب کر دیا کہ پھر کسی چیز کی تمنا نہ رہی۔ میں اس بات کی گواہ ہوں کہ جب آپ اللہ اور نبیؐ کے پیغام کو سینے سے لگا کر اس پیغام کو در در پہنچانے کا عزم لے کر نکلے تو پوری زندگی اسی نصب العین میں گزار دی۔ آپ بھرپور شان سے اس وادی پُرخار میں زندگی کے آخری سانس تک کھڑے رہے ؏

یہ ’پون‘ صدی کا قصہ ہے، دو چار برس کی بات نہیں

آپ کی اس منفرد زندگی کا احاطہ یہ میرا ناقص علم کیا کر سکتا ہے۔ میں نے تو صرف گواہی درج کرنے کے لیے قلم اُٹھایا ہے۔ بلاشبہ اپنے رب کے پیغام کو پہنچانے کے لیے آپ شہر شہر، ملک ملک پھرتے رہے۔ اور ان شاء اللہ جب اللہ کی عدالت لگے گی اور کیفیت یہ ہوگی کہ

﴿اَلۡیَوۡمَ نَخۡتِمُ عَلٰۤی اَفۡوَاہِہِمۡ وَتُکَلِّمُنَاۤ اَیۡدِیۡہِمۡ وَتَشۡہَدُ اَرۡجُلُہُمۡ بِمَا کَانُوۡا یَکۡسِبُوۡنَ (65)﴾

(سورۂ یٰس)

”آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور جو کچھ یہ کرتے رہے تھے ان کے ہاتھ ہم سے بیان کر دیں گے اور ان کے پاؤں (اس کی) گواہی دیں گے۔“

تو ابو جی آپ کے جوڑ جوڑ اس بات کی گواہی دیں گے کہ آپ کے جسم وجاں کی تمام تر توانائیاں اللہ کے فضل و کرم سے خدمت قرآن اور غلبہ دین حق کی جدوجہد میں صرف ہوئیں۔ اس مادی اور فانی دنیا کے لیے آپ نے ایک پیسہ بھی نہیں کمایا۔

ساز دل چھیڑ کے بھی توڑ کے بھی دیکھ لیا
اس میں نغمہ ہی نہیں تیری محبت کے سوا

اسی طرح آپ کے دل و دماغ اس روز گواہی دیں گے

کہ ان میں رب کا پیغام پہنچانے اور دین کو غالب کرنے کی فکر اور سوچ کے علاوہ کچھ نہ تھا اور دنیا کے اعتبار سے ان کی امیدیں اور آرزوئیں کتنی قلیل تھیں ع جن کی امیدیں قلیل ان کے مقاصد جلیل۔ آپ کا وقت گواہی دے گا کہ ''اسی کشمکش میں گزریں میری زندگی کی راتیں، کبھی سوز وساز رومی کبھی پیچ وتاب رازی۔''

اور ہم آپ کی اولاد آپ کے لمحے لمحے کی گواہی دے گی اور اسی بات کی گواہی بھی کہ آپ کے دل میں اولاد کے لیے بے پناہ محبت تھی لیکن وہ اللہ اور رسولؐ کی محبت کے تابع تھی۔

یوں نہیں ہے کہ کسی یاد کی بندش ہی نہ تھی
دل کی راہوں میں کسی شوق کا پھیرا ہی نہ تھا
ہاں یہ سچ ہے کہ لگن رشتوں سے کمزور نہ تھی
جادۂ شوق میں مڑ کر بھی نہیں دیکھا ہے
گر توقف بھی ذرا کرتے تو مجرم ہوتے

آپ جب لمبے عرصے کے لیے تبلیغی دورے پر جاتے تو ہم سے ملتے وقت کالا چشمہ کیوں لگا لیتے تھے اور ہم سے بظاہر یوں منہ پھیر لیتے کہ جیسے کوئی رشتہ ہی نہ ہو، اس لیے کہ مقصد کی لگن رشتوں سے کمزور نہ تھی۔

اور مجھے یقین ہے کہ آپ کے لاتعداد ساتھی، آپ کے بے شمار رفقاء بھی اس گواہی میں ہمارے ساتھ شریک ہوں گے۔ اور وہ ہزاروں لاکھوں لوگ بھی جن کی زندگیاں آپ کی زبانی اللہ کا کلام اور نبیؐ کی سنت و سیرت سن کر تبدیل ہوگئیں، وہ سب بھی تو آپ کے حق میں گواہی دیں گے۔ آپ کے جنازے میں شرکت کے لیے آنے والا لوگوں کا سیلاب اور اُن کا والہانہ پن اسی گواہی کا ایک دنیوی اظہار ہی تو تھا!

اللہ تعالیٰ نے اپنے دین، اپنی کتاب وسنت کی خدمات کا گرانقدر کام آپ سے لینا تھا۔ قرآن مجید کے ساتھ اپنے بندوں کا رشتہ استوار کرنے کا عظیم کام لینا تھا۔ اسی لیے تو آپ کی شخصیت اللہ نے اتنی سحر انگیز بنائی۔ آپ کی آواز میں اتنا رعب دبدبہ اور گرج اور حق بات کہنے کے لیے اتنی جرأت عطا کی کہ حکومت کے ایوان میں بھی بلاخوف وخطر حق بات کا اعلان کیا۔

﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝٦٢ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝٦٣ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ط﴾
(سورۂ یونس: 62 تا 64)

''سن رکھو کہ جو اللہ کے دوست ہیں ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔ (یعنی) وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے۔ ان کے لئے دنیا کی زندگی میں بشارت ہے اور آخرت میں بھی۔''

اللہ نے آپ کو آپ کے مشن کی آسانی کے لیے پُرخلوص ساتھیوں کی شکل میں تحفہ عطا کیا۔ آپ کہا کرتے تھے ؎

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
راہ رو ملتے رہے اور قافلہ بنتا گیا

ایک اور بہت بڑی نعمت بھی اللہ نے آپ کو اس دنیا میں عطا فرمائی جس کا اظہار آپ نے بارہا کیا کہ ''میں شریک حیات کے معاملے میں بہت خوش نصیب ہوں۔'' واقعتاً اگر قدم قدم پر امی جان کا ساتھ نہ ہوتا تو آپ کس طرح اتنا عظیم کام کر سکتے تھے۔ یہ اللہ کی خصوصی تائید تھی جو آپ کو اس دنیا میں عطا ہوئی۔ المرۃ الصالحۃ۔ ایک نفس مطمئنۃ۔ شاکر اور قانع، دنیا اور دنیا کے متاع سے بے رغبتی کی عملی مثال اور دین کے معاملے میں آپ کے قدم سے آگے قدم رکھنے کی کوشش میں سرگرم۔ اس پُر خار وادی کی سختیاں نہایت خندہ پیشانی سے سہنے والی۔ اس راہ میں جو سب پہ گزرتی ہے سو دونوں پر یکساں گزری!

دعوت کے آغاز میں آپ دونوں کے ساتھ کیا کچھ نہیں ہوا، تمسخر، استہزا، طنز، ناراضگیاں۔ آپ کہا کرتے تھے ؎

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

اور الحمدللہ آپ نے تواصی بالحق اور تواصی بالصبر کا دامن تھامے رکھا تو آہستہ آہستہ کیفیت یہ ہوگئی کہ:

﴿فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ۝٣٤﴾ (سورۂ حم سجدہ)

''جس میں اور تم میں دشمنی تھی گویا وہ تمہارا گرم جوش دوست ہے۔''

اب آپ کے بعد آپ کی تختہ تختہ جوڑ کر بنائی ہوئی کشتی کو چلائے رکھنے کے لیے، اس کو طوفانوں سے بچانے کے لیے امی جان کی سرپرستی اور دعاؤں کی بہت ضرورت ہے۔ اس کو چلانے والے والوں کے لیے جو آپ کی صلبی و روحانی اولاد ہی تو ہیں، ان کی حیثیت شجر سایہ دار کی ہے۔ اور اپنی اولاد کے معاملے میں بھی تو ابوجی آپ اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھتے تھے۔ یہ اللہ کی خاص عنایت ہی تو تھی کہ 9 بچوں (چار بیٹے اور پانچ بیٹیاں) اور 5 عدد دامادوں، 4 بہوؤں میں سے کسی کو بھی آپ سے کوئی فکری ونظری اختلاف نہیں ہوا۔

یہ بھی تو ابوجی آپ کے اپنے رب کے ساتھ مضبوط تعلق اور اس کے کام کے ساتھ خلوص کا پھل تھا۔ اور دروس قرآنی اور خطابات کی شکل میں جو اتنا صدقہ جاریہ آپ اپنے پیچھے چھوڑ گئے ہیں، اور مسلم شریف کی اس حدیث مبارکہ کے مطابق کہ دنیا سے جانے کے بعد انسان کا تعلق ان تین چیزوں کے علاوہ دنیا سے ختم ہو جاتا ہے۔ پہلا ہے صدقہ جاریہ، دوسرا ہے وہ علم دین جس سے بعد میں بھی لوگ فائدہ اُٹھاتے رہیں، اور تیسرا ہے نیک اولاد جو اپنے باپ کے لیے دعا کرتی رہے۔ اس حوالے سے ہمیں رب کی رحمت سے قوی اُمید ہے کہ آپ کے ذریعے قرآن کا پیغام اور دین کا علم وسیع پیمانے پر پھیلا اور اللہ کے فضل وکرم سے آپ کی رحلت کے بعد بھی دنیا اس سے فائدہ اُٹھا رہی ہے۔ یہ آپ کے لیے توشۂ آخرت بنے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنے والدین کے لیے واقعتاً صدقۂ جاریہ بن سکیں اور ابوجی آپ کے مشن کی جو کہ اصلاً ہمارے نبی ﷺ کا مشن ہے، دل و جان سے آبیاری کر سکیں۔ اللہ ہمارا حامی وناصر ہو۔ ؎

آئے عشاق گئے وعدہ فردا لے کر
اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

بیادِ ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

وہ دارِ فانی میں بن کے اُبھرا تھا اک چمکتا ہوا ستارا
کہ حق کے اَسرار جس کی ضَو سے ہوئے تھے ہم سب پہ آشکارا
وہ مال و دولت سے بے تعلق، وہ حق شناس اور حق نگر تھا
وہ حق کا ڈنکا بجا کے دنیا سے دارِ ابقیٰ کو جا سدھارا

اُمّ عمار عبدالخالق

کسی قوم کا جب اُلٹتا ہے دفتر

اوریا مقبول جان

یہ وہ زمانہ تھا جب برصغیر کے مسلمانوں پر زوال اور ابتری مسلط تھی۔ 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد دلّی کے مسلمانوں پر جو قیامت ٹوٹی تھی اُس کا حال اس قدر دردناک ہے کہ تحریر کرتے ہوئے آنکھ میں آنسو آ جاتے ہیں۔ یہ جنگ اس خطے کے مسلمانوں کی انگریز کی غلامی سے نجات کی آخری کوشش تھی۔ یوں تو اس جنگ کے مؤرخین نے اسے یہاں کے رہنے والے تمام افراد کی جنگ قرار دیا اور انگریز نے بھی جب ''غدر رپورٹ'' (Mutiny Report) تحریر کی تو اس نے اس جنگ کو بغاوت، مسلح احتجاج اور غدر کا نام دیا جسے امن عامہ کے خلاف خطرہ قرار دیتے ہوئے کچل دیا گیا۔ لیکن تاریخ میں دفن راز کسی نہ کسی دن تو آنے ہی ہوتے ہیں۔ تاریخ ایسے واقعات کے بہت سے نقوش محفوظ کر لیتی ہے جسے وقت کی گرد سے نکال کر کوئی بھی مؤرخ سچائی منظر عام پر لے آتا ہے۔ یہی کام آج کے دور کے ایک مانے ہوئے مؤرخ ولیم ڈارمپل نے اپنی کتاب آخری مغل (Last Mughal) میں کر دکھایا۔ اُس نے دلی کے لال قلعے، لاہور کے آرکائیوز، لندن کی انڈیا آفس لائبریری سے وہ تمام مخطوطات اور رپورٹیں نکالیں اور حیران کن حد تک اس نتیجے پر پہنچا کہ یہ جنگِ آزادی جسے غدر کہا جاتا ہے یہ کوئی جنگ نہیں تھی بلکہ جہاد تھا۔ اور اس جہاد کا اعلان سب سے پہلی دلی کی جامع مسجد سے کیا گیا تھا۔ اس جہاد میں مسلمانوں کے جتھے کے جتھے شریک ہوئے تھے۔ یہاں برصغیر کی مسلمان قوم دو حصوں میں تقسیم ہو گئی تھی۔ روساء، بڑے بڑے زمیندار، گدی نشین پیرانِ تسمہ پاء۔ یہ سب وہ لوگ تھے جو اس جہاد کے خلاف انگریز کی وفاداری میں لشکر لے کر نکلے تھے اور انہوں نے اپنے مسلمان بھائیوں کے قتل میں حصہ لے کر دلی پر برطانوی پرچم لہرانے میں مدد دی تھی۔ برطانوی پرچم لہرایا تو پھر دلی کے مسلمانوں پر جو بیتی اس کی ایک شہادت یہ ہے کہ چوکوں اور چوراہوں میں مسلمانوں کی لاشیں درختوں اور کھمبوں پر بیا کے گھونسلوں کی طرح ہفتوں لٹکائی جاتی رہی تھیں۔

اس کے بعد مسلمانوں پر ایک طویل عرصہ ایسا گزرا کہ سارے کا سارا عتاب انہیں پر تھا۔ کیسے کیسے معزز لوگ تھے جو چاندنی چوک میں بوریاں اُٹھا کر یا ریڑھے چلا کر گزراوقات کرتے۔ اس میں مغل شہزادے تک شامل تھے۔ خواجہ حسن نظامی نے ان روساء اور امراء کی ذلت و رسوائی کا خوب نقشہ کھینچا ہے۔ ایک پوری نسل جو عیش و عشرت میں اپنا ثانی نہیں رکھتی تھی مدتوں غربت و بدحالی میں زندگی گزار رہی تھی۔ چالیس سال ایک پوری نسل کی تبدیلی کا عرصہ ہوتا ہے۔ یہ وہی عرصہ ہے جو اللہ نے بنی اسرائیل کو صحراؤں میں بھٹکنے کے عذاب کا مقرر کیا تھا، تاکہ ایک نئی نسل ان لوگوں کی جگہ لے لے اور شاید اس دنیا کو بہتری کی طرف لے جائے۔ 1857ء کے اس جہاد اور بدترین شکست کے بعد اس اُمت کو اکٹھا کرنے اور انہیں مایوسی کے اندھیروں سے نکالنے کے لیے آوازیں اُٹھنا عین اُس وقت شروع ہوئیں جب نسل کی تبدیلی کا عمل شروع ہو چکا تھا۔ ان بڑی آوازوں میں سرسیّد، شبلی اور حالی شامل تھے۔ الطاف حسین حالی ان سب میں دردِ دل اور اُمت کے لیے پریشان رہنے میں اپنا مقام رکھتے تھے۔ حالی نے اس اُمت کے زوال کی داستان تحریر کی ہے اور اُس کے عروج کا زمانہ اور اُس کی وجوہات بھی لکھی ہیں۔ یہ ایک طویل نظم ہے جسے مسدسِ حالی کہتے ہیں۔ میرے والد کہا کرتے تھے کہ تم اس ایک کتاب سے گزر جاؤ تو تمہیں اُمت کے زوال کی وجہ کا علم ہو جائے اور اُس کی کامیابیوں کے راز سے بھی آگاہ ہو جاؤ۔ یہ مسدسِ حالی مسلمانوں کی حالت زار کا نوحہ ہے اور حالی نے خود اس کا نام مدّ و جزرِ اسلام رکھا تھا۔ مسدس کا آغاز جس شعر سے ہوتا ہے آج وہ بری طرح یاد آ رہا ہے۔ اس لیے کہ حالی نے اس شعر میں ہماری خرابیوں اور ہم پر نازل عذاب کی گرہ کھول دی ہے۔ مسدس کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے ۔

کسی قوم کا جب اُلٹتا ہے دفتر
تو مست ان میں ہوتے ہیں پہلے تونگر

یعنی جب کوئی قوم تباہی کی طرف مائل ہوتی ہے تو سب سے پہلے اُس میں صاحبِ حیثیت یا اہلِ ثروت لوگ ان میں گمراہ ہوتے ہیں۔ حالی کا یہ شعر دراصل اس مالکِ حقیقی کے کلام میں دی گئی وارننگ کا عکس ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 14 میں فرماتے ہیں ''اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اُس کے خوشحال لوگوں پر احکام بھیجتے ہیں، پھر وہ نافرمانیاں کرنے لگتے ہیں، یوں چسپاں ہو جاتا ہے اُس پر فیصلہ۔ پھر ہم برباد کر دیتے ہیں پوری طرح۔ مغل بہادر اور اُس دور کی مسلمان ریاستوں کے خوشحال لوگوں کی داستانیں پڑھیں تو میرے اللہ کی حکمت و دانائی اور عذاب کی وجوہات سچ ثابت ہونے لگتی ہیں۔

لیکن مجھے مغل دربار کی داستانوں کا نوحہ نہیں لکھنا۔ یہ سب تو اس لیے تحریر کر دیا کہ بستی پر عذاب کی وجوہات بتانے کے لیے ایک محکم دلیل سامنے رکھ دوں کہ لوگوں کو قرآن کی آیات پر اُس وقت تک ایمان نہیں آتا جب تک وہ اُسے عقلی اور سائنسی سطح پر ثابت ہوتے نہ دیکھ لیں۔ مجھے تو آج کا نوحہ تحریر کرنا ہے۔ قرآن کی اس آیت اور حالی کے اس شعر کو سامنے رکھیں اور اپنے اردگرد ہونے والے حالات اور خوشحال لوگوں کے بدلتے ہوئے رویوں کا جائزہ لیں تو ہمیں اللہ کی طرف سے کیے گئے فیصلوں اور اُس کی ناراضی کا اندازہ ہو جائے اور ہم دن رات پریشان ہو کر اپنے اللہ کے غصے کو رحمت میں بدلنے کے لیے دعائیں کرنے لگیں۔ میرے ملک کے خوشحال، اہلِ ثروت، اہلِ حیثیت اور اہلِ اقتدار لوگوں کی گفتگو، رہن سہن، اقتدار و روایات اور رویوں کا جائزہ لیں۔ کیا یہ وہ لوگ نہیں جو آج اس ارض کی سب سے بڑی صفت عدل و انصاف سے خالی ہو چکے ہیں۔ ان کے درمیان بددیانت، بدقماش یا

تمام جرائم کو آگے بڑھنے کی سیڑھی قرار دیتے ہوئے گلے لگاتے ہیں۔ ان کے نزدیک ذخیرہ اندوزی، منافع خوری اور لوٹ مار وہ معیارات ہیں جن کی بنیاد پر وہ اپنی دولت میں اضافہ کرتے ہیں۔ لوگوں کی رائے خریدتے ہیں اور اُسے عوامی رائے عامہ کا نام دیتے ہیں۔ مغرب کے ساتھ ان کی محبت اس قدر شدید ہے کہ اپنی تمام اخلاقی اقدار کی تباہی بھی انہیں منظور ہے۔ اس مملکتِ خداداد پاکستان کی تمام اخلاقی برائیاں انہیں کی دولت کی مرہونِ منت ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو گلیوں اور بازاروں میں وہ دفاتر کھولے بیٹھے ہیں جن میں اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے جنگ کا اعلان ہے۔ اللہ فرماتا ہے سود کھانے والا اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے جنگ کے لیے تیار ہو جائے۔ ان کی منطقیں، دلیلیں اور تمام زور بیان اس بات پر ہوتا ہے کہ اگر ہم روایات میں پھنسے رہے، اگر ہم نے موجودہ دور کے مالی، معاشی اور اخلاقی نظام کا ساتھ نہ دیا تو ہم ترقی کیسے کریں گے۔ ایک طویل فہرست ہے ان نافرمانیوں کی، ظلم، زیادتی، جبر لیکن ہم کو علم نہیں کہ یہ حالت ہم پر کیوں آئی۔ یہ تو وارننگ ہے، آغاز ہے اللہ کے فیصلے کا۔ بستی کو ہلاک کرنے کی شروعات ہیں۔ یہی وارننگ لوگوں کو سنبھال بھی دیتی ہے اور برباد بھی کر دیتی ہے۔

(بشکریہ روزنامہ ''ایکسپریس'')

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- از روئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی' تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھائیے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (I`II`III)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

شعبہ خط و کتابت کورسز

قرآن اکیڈمی' 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن لاہور۔ فون: 3-5869501
E-mail: distancelearning@tanzeem.org

دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

تنظیم اسلامی ہارون آباد کے زیر اہتمام ڈرون حملوں کے خلاف احتجاجی ریلی

6 مارچ 2011ء کو تنظیم اسلامی ہارون آباد کے زیر اہتمام امریکی ڈرون حملوں کے خلاف ایک احتجاجی ریلی نکالی گئی۔ یہ ریلی 10 بجے مرکز تنظیم اسلامی سے شروع ہو کر فوارہ چوک سے واپس مرکز آ کر ختم ہوئی۔ ریلی میں شریک رفقاء و احباب نے بینرز اور پلے کارڈز اُٹھا رکھے تھے، جن پر امریکی ڈرون حملوں اور ریمنڈ ڈیوس کے خلاف مختلف عبارتیں درج تھیں۔ اس دوران ہینڈ بل بھی تقسیم کیے گئے۔ فوارہ چوک پہنچ کر رفقاء سڑک کے چاروں طرف کھڑے ہو گئے اور بینرز اور پلے کارڈز کا ڈسپلے کیا گیا۔ ریلی میں 45 رفقاء اور 5 احباب نے شرکت کی۔ آخر میں مختصر تقریر بھی کی گئی۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس حقیر سی کوشش کو قبول فرمائے۔

(رپورٹ: رفیق تنظیم)

تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب شمالی کے زیر اہتمام ڈرون حملوں کے خلاف ریلی

تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب شمالی کے زیر اہتمام ڈرون حملوں اور ریمنڈ ڈیوس کی رہائی کے خلاف ایک احتجاجی ریلی نکالی گئی۔ شرکاءِ ریلی سے خطاب کرتے ہوئے ناظم حلقہ پنجاب شمالی راجہ محمد اصغر نے کہا کہ امریکی جاسوس ریمنڈ ڈیوس کی انتہائی بھونڈے انداز میں رہائی نے نہ صرف حکومت پاکستان بلکہ اس کے دوسرے اہم اداروں کے کردار پر بھی ایک سوالیہ نشان لگا دیا۔ انہوں نے کہا کہ ورثاء دیت کے قانون کے تحت اگرچہ مجرم کو معاف کر سکتے ہیں، لیکن پاکستان کے مروجہ قانون کے مطابق انہیں پہلے خود کو جائز قانونی وارث ثابت کرنا ہوتا ہے، جس کے لیے عدالت باقاعدہ ایک سرٹیفکیٹ جاری کرتی ہے۔ لیکن تمام قانونی تقاضوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے دو پاکستانی مسلمانوں کے قاتل کو باعزت طریقے سے بری کر کے باقاعدہ رخصت کر دیا گیا۔ پاکستان اور اسلام دشمن امریکی جاسوس کی رہائی سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ ہماری وفاقی اور صوبائی دونوں حکومتیں شاہ سے زیادہ شاہ کا وفادار بننے کی کوشش کر رہی ہیں۔ ہمارے حکمران طبقے کے امریکی غلامی میں اس حد تک بڑھنے کا فوری نتیجہ امریکہ کی طرف سے ایک مزید ظالمانہ ڈرون حملے کے نتیجے میں برآمد ہوا، جو ریمنڈ ڈیوس کی رہائی کے چوبیس گھنٹے گزرنے سے پہلے دتہ خیل کے نہتے عوام پر کیا گیا اور جس کے نتیجے میں ہمارے 80 مسلمان شہری شہید ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے تمام مسائل کا واحد حل یہ ہے کہ ہم امریکی غلامی کا قلادہ اپنی گردن سے اتار کر اللہ اور رسول ﷺ کی غلامی اختیار کریں۔

تنظیم اسلامی راولپنڈی کے سینئر رفیق اشتیاق حسین نے خطاب کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ جب تک پاکستان میں مکمل اسلامی نظام نافذ نہیں ہوتا، اس وقت تک ظلم و ستم کا بازار گرم رہے گا، ہمارے مسائل میں اضافہ ہوتا رہے گا اور امریکہ اور دیگر شیطانی قوتوں کی طرف سے ڈرون حملے جاری رہیں گے۔ لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اللہ اور رسول ﷺ سے ناتا جوڑیں اور اس ملک میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے قیام کی جدوجہد کو تیز کریں۔ اسی میں ہماری دینی اور اُخروی فلاح مضمر ہے۔

مظاہرے میں رفقاء تنظیم اور عوام الناس کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ اس موقع پر مظاہرین نے بینرز اور ٹی بورڈ اُٹھا رکھے تھے جن پر مختلف نعرے درج تھے۔

تنظیم اسلامی کے حلقہ جات کراچی شمالی و جنوبی کے زیر اہتمام ڈرون حملوں کے خلاف احتجاج

قبائلی علاقوں میں ڈرون حملوں اور ریمنڈ ڈیوس کی پراسرار رہائی کے خلاف تنظیم اسلامی کے حلقہ جات کراچی شمالی و جنوبی کے زیر اہتمام 19 مارچ 2011ء کو کراچی پریس کلب کے باہر ایک احتجاجی مظاہرہ کیا گیا، جس میں رفقاء تنظیم کے علاوہ احباب کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔ رفقاء تنظیم نے پروگرام کے مطابق ساڑھے تین بجے کراچی پریس کلب کے سامنے پلے کارڈز اور بینرز کے ذریعے احتجاج کا آغاز کیا۔ ایک ٹرک پر اسٹیج بنایا گیا تھا۔ انجینئر نعمان اختر نے پروگرام کا آغاز کرتے ہوئے مظاہرہ کی غرض و غایت بیان کی۔ بعد ازاں ناظم حلقہ کراچی شمالی شجاع الدین شیخ نے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستانی شہریوں کے قاتل امریکی جاسوس ریمنڈ ڈیوس کی پراسرار رہائی نے پاکستان کی سلامتی اور خود مختاری پر سوالیہ نشان لگا دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس واقعے سے ہماری وفاقی و صوبائی حکومتوں کی نااہلی اور بدنیتی کھل کر سامنے آ گئی ہے۔ وہ لیڈر جو اپنے آپ کو قوم کا نجات دہندہ کہتے ہیں، ان کا اصلی چہرہ بھی بے نقاب ہو گیا۔ انہوں نے کہا کہ اس مقدمے کو جس تیزی سے نمٹایا گیا، اس سے ملک کے عدالتی نظام کے بارے میں بھی بہت سے سوالوں نے جنم لیا ہے، کیونکہ اگر یہ مان لیا جائے کہ مقتولین کے ورثاء نے دیت کے قانون کے تحت اپنی رضامندی سے قاتل کو معاف کیا ہے تو بھی عدالت نے اپنے فرائض ادا نہیں کیے۔ انہوں نے کہا کہ قانونی ورثاء کے تعین کے لیے قواعد کے مطابق اخبارات میں اشتہارات کے ذریعے ان کی حیثیت

کا تعین کیا جاتا ہے کہ کسی کو ان کے وارث ہونے پر اعتراض تو نہیں لیکن عدالت نے اس پہلو کو نظر انداز کر کے دو پاکستانی شہریوں کے قاتل کو رہا کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہمارے حکمرانوں نے اپنے آپ کو امریکہ فرنٹ لائن اتحادیوں کی صف سے علیحدہ نہ کیا تو پاکستان کی آزادی و سلامتی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ مظاہرے سے حلقہ کراچی شمالی کے ناظم دعوت عامر خان نے بھی خطاب کیا۔ اُن کے خطاب کے بعد دعا پر پروگرام کا اختتام ہوا اور رفقاء پر امن طور پر منتشر ہو گئے۔ اس پروگرام میں تقریباً 350 رفقاء نے شرکت کی۔

(مرتب: عطاء الرحمٰن عارف)

تنظیم اسلامی ایبٹ آباد کے زیر اہتمام ماہانہ درس قرآن

تنظیم اسلامی ایبٹ آباد کے زیر اہتمام 20 مارچ 2011ء کو دن اڑھائی بجے ایبٹ آباد پریس کلب میں ماہانہ درس قرآن کا انعقاد ہوا۔ مرکزی نائب ناظم اعلیٰ خالد محمود عباسی نے ''پاکستان میں اسلامی انقلاب: کیا اور کیسے'' کے عنوان پر درس دیا۔ سورۃ الفتح کی آخری دو آیات کی تلاوت کے بعد انہوں نے ''انقلاب'' کی اصطلاح کو واضح کیا۔ انہوں نے کہا کہ انقلاب اجتماعی نظام یا اُس کے کسی گوشے میں بنیادی تبدیلی کو کہا جاتا ہے۔ تاریخ کا سب سے ہمہ گیر اور مکمل ترین انقلاب محمد مصطفیٰ ﷺ کا لایا ہوا انقلاب تھا، جس میں سیاسی، سماجی، معاشی ہر حوالے سے تبدیلی آئی۔ انہوں نے کہا کہ انقلاب کسی نظریے کی بنیاد پر آتا ہے۔ اسلامی انقلاب کا اساسی نظریہ اور عقیدہ توحید ہے۔ سیاسی سطح پر توحید کا تقاضا یہ ہے کہ قانون سازی کا اختیار صرف اللہ کی ذات کو حاصل ہے۔ انسان اللہ کا نائب اور خلیفہ ہے۔ معاشی سطح پر توحید یہ ہے کہ ملکیت کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے، انسان مالک نہیں امین ہے۔ اس لیے اس سے پوچھا جائے گا کہ مال کہاں خرچ کیا۔ اسلام دولت کی منصفانہ تقسیم چاہتا ہے۔ سماجی سطح پر توحید کو اختیار کرنے سے مساوات وجود میں آئے گی۔ انہوں نے کہا کہ اسلامی انقلاب کے کچھ مراحل ہیں، جن سے گزر کر ہی یہ انقلاب آئے گا۔ سب سے پہلے نظریۂ توحید کو عام کرنا ہوگا۔ اس کا لٹریچر قرآن و سنت ہے۔ قرآن سے تبدیلی کی امنگ پیدا ہوگی۔ اس کے مطالعے سے جذبۂ تازہ حاصل ہوگا۔ اس سے جو ہم خیال لوگ پیدا ہوں، پھر ان کی ایک مضبوط جماعت بنے گی، جس طرح کہ نبی اکرم ﷺ نے جماعت بنائی۔ یہ مضبوط جماعت بنانے کے لیے حضور ﷺ نے بیعت کا نظام دیا۔ آپؐ نے صحابہؓ کو نظم کا خوگر بنایا اور ان کی تربیت کی۔ انہوں نے بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ انسان میں خلقی کمزوریاں پائی جاتی ہیں۔ اُسے دین سے ہم آہنگ کرنے کے لیے تربیت کی ضرورت ہے۔ لہٰذا کارکنوں کی تنظیم اور تربیت کرنا ہوگی۔ انہیں دن کے شہسوار اور رات کے راہب بنانا ہوگا۔ اور جب جماعت تیار ہو گئی تو اُسے چیلنج اور اقدام کے مرحلے میں داخل کیا جائے گا، اور باطل سے تصادم کا مرحلہ آئے گا۔ انہوں نے کہا کہ فی زمانہ مسلح تصادم کا متبادل پر امن احتجاجی مظاہرے ہیں۔ آج کے دور میں پر امن احتجاجی تحریک ہی سے اسلامی انقلاب برپا کیا جا سکتا ہے۔ یہ طریقہ سیرت رسول ﷺ سے قریب تر ہے۔ لہٰذا ہمیں اس رُخ پر محنت کرنی چاہیے۔ پروگرام کے آخر میں سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ دعا پر پروگرام کا اختتام ہوا۔ (رپورٹ: مقامی ناظم نشر و اشاعت)

تنظیم اسلامی حلقہ کراچی شمالی کے زیر اہتمام نارتھ ناظم آباد میں دعوتی کیمپ

تنظیم اسلامی حلقہ کراچی شمالی کے زیر اہتمام 23 مارچ 2011ء کو نارتھ ناظم آباد کے بلاک S میں دعوتی کیمپ کا انعقاد کیا گیا۔ میزبان تنظیم نارتھ ناظم آباد کے رفقاء نے دو روز قبل علاقہ میں بینرز آویزاں کر دیئے تھے اور گشت کے دوران ہینڈ بلز کی تقسیم کا کام بھی شروع کر دیا تھا۔ علاقہ کی 10 مساجد کے ائمہ کرام سے ملاقات کر کے انہیں پروگرام میں شرکت کی خصوصی دعوت بھی دی گئی۔ کیمپ والے دن نارتھ ناظم آباد تنظیم کے رفقاء نے صبح ہی سے کیمپ کی تیاریوں کا آغاز کر دیا تھا۔ ساڑھے تین بجے دیگر تناظیم کے رفقاء بھی جمع ہو گئے۔ چار بجے ناظم دعوت حلقہ کراچی شمالی جناب عامر خان نے تذکیری گفتگو کرتے ہوئے رفقاء کو کیمپ کے مقاصد سے آگاہ کیا۔ بعد ازاں 12 گروپس تشکیل دیئے گئے اور ان کو باہمی تعارف کا موقع فراہم کیا گیا۔ تعارف کے دوران نارتھ ناظم آباد کے رفقاء نے تمام رفقاء کی چائے سے تواضع کی۔ 5 بجے تمام گروپوں نے مختلف علاقوں میں گشت شروع کیا جو نمازِ مغرب تک مکمل ہوا۔ اس دوران مختلف مساجد اور بازاروں میں کارنر میٹنگ کے ذریعے لوگوں کو پروگرام میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ واپسی پر گروپوں کے امراء سے تاثرات لیے گئے اور معلوم ہوا کہ احباب کی جانب سے اچھے جذبات کا اظہار ہوا ہے اور لوگوں نے پروگرام میں آنے کا وعدہ کیا ہے۔

بعد نماز مغرب تلاوت کلام پاک سے پروگرام کا آغاز ہوا۔ سید زاہد صدیقی نے سورۃ الصف کی آیات کی تلاوت کی۔ اس کے بعد ناظم حلقہ کراچی شمالی جناب شجاع الدین شیخ نے ''کلمہ طیبہ کی پکار اور پاکستان'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ چونسٹھ سال قبل دنیا کے نقشے پر پہلی نظریاتی ریاست کے طور پر پاکستان کا ظہور معجزانہ ہوا تھا۔ نظریہ پاکستان کی بنیاد لا الہ الا اللہ تھی اور یہی کلمہ آج اس ملک کے قائم رہنے کی واحد ضمانت ہے۔ اگر آج پاکستان کی بنیاد سے لا الہ الا اللہ ختم کر دیا جائے تو پاکستان کے قائم رہنے کا کوئی جواز نہیں رہے گا۔ انہوں نے کہا کہ تحریک پاکستان کے زمانے میں ہم نے اللہ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ تو ہمیں ایک آزاد خطہ عطا فرمائے، ہم اُس میں تیرا عادلانہ نظام قائم کریں گے۔ مگر آج چونسٹھ سال گزرنے کے باوجود ہم نے اللہ سے یہ وعدہ ایفا نہیں کیا۔ اللہ سے کیے گئے وعدہ سے منحرف ہو کر ہم اس کے عذاب کو دعوت دے رہے ہیں۔ ملک میں موجودہ حالات ہمیں اللہ کی طرف سے وارننگ ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ کے حضور سچی توبہ کریں اور نفاذ اسلام کا وہ وعدہ پورا کریں جو ہم نے اللہ سے کیا تھا۔ شجاع الدین شیخ نے اسلامی تاریخ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور اسلام کا بدترین دشمن ابوجہل دونوں لا الہ الا اللہ کا مطلب اور اس کے تقاضے سمجھ گئے تھے، مگر حضرت بلال رضی اللہ عنہ اسلام کو قبول کر کے اور شدید ترین تشدد برداشت کر کے دنیا اور آخرت میں سرخرو ہوئے جبکہ ابوجہل اپنے تکبر اور چودھراہٹ چھن جانے کے اندیشے سے اس کو جھٹلانے کی وجہ سے واصلِ جہنم ہوا۔ اگر ہم سے پوچھا جائے کہ ہم کس کے ساتھ ہیں، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ یا ملعون ابوجہل کے ساتھ، تو یقیناً ہمارا یہی دعویٰ ہوگا، اور ہونا بھی چاہیے کہ ہم حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہیں، مگر یہاں ہمیں اپنے دل کو ٹٹولنا چاہیے کہ کیا ہم واقعی اپنے عمل سے بھی لا الہ الا اللہ کی گواہی دے رہے ہیں یا پھر ہمارا دعویٰ صرف زبانی کلامی ہے؟ انہوں نے کہا کہ لا الہ الا اللہ کا مطلب یہ ہے کہ اس کو ماننے والا اللہ کا غلام اس کا بندہ بن کر رہے اور وہ بھی تمام شعبہ ہائے زندگی میں۔ لہٰذا یہ نہیں ہو سکتا کہ مسلمان مسجد میں تو اللہ کا غلام اور بندہ ہو مگر مسجد کے باہر آزاد ہو کہ نفس اور شیطان کی پیروی کرے۔ اسی طرح وہ ذاتی معاملات میں تو اللہ کا بندہ ہو مگر اجتماعی معاملات میں خدا کے قانون و شریعت کی بجائے انسانی ساختہ قوانین کو اپنائے۔ لا الہ الا اللہ کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں زندگی کے تمام معاملات اور شعبوں بشمول معیشت، کاروبار، معاشرت غرضیکہ ہر ہر معاملے میں اللہ کا بندہ اور غلام بن کر رہے۔ انہوں نے کہا کہ لا الہ الا اللہ کا دوسرا حصہ یعنی ''محمد رسول اللہ'' آپؐ کے اتباع اور اطاعت کا تقاضا کرتا ہے۔ آپؐ قرآن شریف کی چلتی پھرتی تفسیر تھے۔ آپؐ کی زندگی مسلمانوں کے لیے پیروی کا اعلیٰ اور مکمل ترین نمونہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ تنظیم اسلامی ملک میں نفاذ اسلام کے لیے نبوی طریق پر جدوجہد کر رہی ہے۔ ہم جن حالات سے دوچار ہیں، ان سے نجات کی صورت صرف یہ ہے کہ ہم پہلے اپنے آپ پر اللہ کا دین نافذ کریں، ہم دوسروں کو دین کی دعوت دیں اور پھر یہ کہ کسی اجتماعیت کا حصہ بن کر اللہ کے دین کے قیام کے لیے جدوجہد کریں۔ جامع مسجد عثمان غنی کے امام محترم سمیع الدین کی دعا پر اِس محفل کا اختتام ہوا۔ اس پروگرام میں 225 رفقاء، 125 احباب اور 75 خواتین نے شرکت کی۔ احباب نے سٹال سے بھی استفادہ کیا۔ ان میں دعوتی کتب کے سیٹ بھی تقسیم کیے گئے۔

(رپورٹ: سید محمد اسلم)

perception and deep-seated bias that goes loud when he terms it "retrogressive".

The writer underscores the urgency of making our ideological choice out of "retrogressive religiosity" by referring to the mass frustration of extremist religious elements in Pakistani society. While extremist tendencies need to be shunned and the role of religious scholars is immense in this regard, one must also take into account the deeper causes of the trend of a polarized society where the conservative majority is under-resourced, underprivileged and disempowered by a liberal-extremist elitist minority parasitizing on resources and empowered by state institutions and the powerful "free media". Writers like Hamdani would be better advised to respect the sensitivities of the deeply conservative population in order to be part of the healing process, to seek solutions within and not without the clear ideological premises and parameters of the state. An approach of this sort only helps the polarization and widens the ideological divide between the Westernized and privileged intellectual elite and the marginalized, conservative Muslim majority that threatens to rend us apart.

قرآن کا پیغام | خلافت کا قیام

تنظیم اسلامی کی پیش کش

امیر تنظیم اسلامی حافظ **عاکف سعید** صاحب

یا دیگر مرکزی ذمہ داران تنظیم **کا**

مرکزی خطابِ جمعہ

جو بالعموم تذکیر بالقرآن' حالات حاضرہ پر تبصرے اور آئندہ کے لائحہ عمل پر مشتمل ہوتا ہے

اب آپ ہر ہفتے اپنی جگہ پر سُن سکتے ہیں

جن شہروں میں کوریئر سروس موجود ہے وہاں بذریعہ کوریئر' بصورت دیگر ڈاک کے ذریعے اس خطاب کا کیسٹ اگلے ہی دن یعنی ہفتے کے روز آپ کے پتے پر ارسال کر دیا جائے گا۔(ان شاءاللہ)

ممبر بنیں اور استفادہ کریں

سالانہ ممبر شپ فیس۔1000روپے ﴿TDK کیسٹ﴾

مرکز تنظیم اسلامی میں نقد' منی آرڈر یا پھر ڈرافٹ کے

ذریعے رقم جمع کروائیں اور رسید حاصل کریں

نوٹ: یہی خطاب جمعہ بذریعہ Internet ہماری ویب سائٹ www.tanzeem.org سے براہ راست یا Download کر کے بھی سنا جا سکتا ہے۔

تنظیم اسلامی

A/67 علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور

مزید معلومات کے لئے درج ذیل نمبرز پر رابطہ کیا جا سکتا ہے۔

فون نمبرز 6316638/6366638 فیکس:6271241

Email:markaz@tanzeem.org

websit:www.tanzeem.org

بقیہ: احتجاج......احتجاج......؟

کریں اور ان کی تکریم کا سب سے نمایاں مظہر یہ ہے کہ اُن کے احکامات پر چلیں۔ قرآن وسنت سے اس طرح چمٹ جائیں کہ زندگی کے ہر معاملے میں وہ ہمارے رہنما ہوں۔ یقین کیجیے کہ ان کفار سے بدلہ لینے کا اس سے اچھا اور کوئی راستہ نہیں ہے کہ وہ ہمیں جتنا بھی نبیؐ اور قرآن سے دور کرنا چاہ رہے ہیں، ہم اتنا ہی اُن کے قریب ہو جائیں۔

اگر اس طرح کے واقعات کے بعد ہماری کثیر تعداد اللہ، رسول ﷺ اور قرآن پاک کی طرف پلٹ آتی ہے، اور صحیح معنوں میں مسلمان ہو جاتی ہے تو ان کفار کے ہوش ٹھکانے آجائیں گے اور وہ اس طرح کی حرکت کرنے سے پہلے ہزار بار سوچیں گے۔ ضرورت صرف مسلمانوں کے بیدار ہونے کی ہے۔ علماء کرام اور دینی رہنما ایسے گھناؤنے شیطانی واقعات پر جلسے ضرور کریں، مگر حکومت اور امریکہ کو ٹارگٹ کرنے کے ساتھ ساتھ عوام کو بھی جھنجھوڑیں، اور ان کے اندر احساس ذمہ داری پیدا کریں، مساجد میں جمعہ کے اجتماعات میں بھی عوام کو انتہائی محبت اور دلسوزی کے ساتھ اس بات کا احساس دلائیں کہ ہم سو رہے ہیں، اس لئے یہ بدمست اور مغرور ہاتھی تباہی پھیلا رہا ہے۔ اگر ہم جاگ جائیں اور اللہ سے اپنے تعلق کو مضبوط بنائیں تو کئی بار ایسا ہوا ہے کہ نہایت قلیل گروہ اللہ کے حکم سے کثیر گروہ پر غالب آ گیا۔

آیئے، اللہ کی رسی (قرآن پاک) کو مضبوطی سے تھام لیں اور تفرقہ بازی ختم کر کے نبی پاک ﷺ کی سنت مبارکہ پر عمل پیرا ہو جائیں کہ یہ ہی عروج کا راستہ ہے اور آخرت کی فلاح کا ضامن بھی۔ خدارا! یہ نہ سوچیں کہ ایک میرے سدھرنے سے کیا ہو جائے گا، بلکہ یہ سوچیں کہ اگر پوری دنیا بھی کافر اور میری مخالف ہو جائے تو میں پھر بھی اکیلا ہی اس دین کے نفاذ کے لیے کوشاں رہوں گا (گی) یہاں تک کہ یا تو میں کامیاب ہو جاؤں یا پھر اس راہ میں مارا جاؤں جیسے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے منکرین زکوٰۃ سے جہاد کے لئے جاتے ہوئے فرمایا تھا۔ یقیناً ایسے ہی لوگوں کے لئے اللہ کی رحمت، نصرت اور فتح ہے۔ اور اس حکومت کے بارے میں تو صرف یہ کہنا ہے کہ "اعمالکم عمالکم" ہمیں اپنے اعمال صحیح کرنے کی ضرورت ہے۔

prepared to dilute in a united secular India. This is also a necessary understanding in order to make sense of the "Two Nation Theory" which Hamdani interprets as based upon cultural, historical and linguistic distinctions more than religious identity. This again fails to see religion as the basis of cultural, linguistic and historical distinctness, especially in the context of pre-partition India. The role of religion as the primary force shaping identity, infusing nationhood, shaping tradition/culture and directing the course of history goes entirely unappreciated by Hamdani.

Asserting Jinnah's secular credentials, Hamdani refers to the fact that no attempt to refer to Islam as the state religion was made in the making of constitutional documents. Again, the political context is totally ignored. The fact that the new state was thrust into a feverish battle for survival dealing with an ocean of crises under the leadership of an ailing, exhausted, lone Jinnah is utterly ignored. As Pakistan grappled with survival issues and dealt with the shock and horror of the partition bloodbath, rehabilitation of millions, controversial boundaries, trouble in the princely states and war in Kashmir, struggling for resources, infrastructure development, establishment of an administration to name a few, constitution making had to be put on the back-burner, and never could assume priority in these maddening times. Soon after, Jinnah left the world. To then point out the absence of visibly "Islamic" constitution-making endeavours is unfair and un-insightful. Besides, there is no dearth of speeches and statements by Jinnah, both before and after the creation of Pakistan, referring to the law and values of Islam as central to statehood:

> *"It is my belief that our salvation lies in following the golden rules of conduct set for us by our great law-giver, the Prophet ﷺ of Islam."*

And again:

> *"Every Muslim knows that the injunctions of the Quran are not confined to religious and moral duties... everyone except those who are ignorant know that the Quran is the general code of the Muslims. A religious, social, civilization, commercial, military, judicial, criminal and penal code, it regulates everything... and our Prophet ﷺ has enjoined on us that every Muslim should possess a copy of the Quran and be his own priest and guide. Therefore, Islam is not confined to the spiritual tenets and doctrines or rituals and ceremonies. It is a complete code regulating the whole Muslim society, every department of life collectively and individually."*

Maulana Maududi chose not to side with Pakistan for his own reasons and accused the new state of having an "infidel government". While it may reflect Maududi's inaccuracy in this particular matter, it does not reflect Jinnah's ideological rift with the Muslim ulema of the age, many of whom including the learned Allama Shabbir Ahmad Usmani were close associates of Jinnah till the end of his days. It was Usmani too whose efforts --- tacitly endorsed by Jinnah --- materialized in the Objectives Resolution of 1949. A man of spine and principle hating political theatrics and demagoguery, Jinnah would never advertise or go public with his deep religious convictions he became firmly attached to in his later days, as attested to by his close affiliates.

Quoting M.J. Akbar, Hamdani calls for "dropping Pakistan's excess ideological baggage" in favour of "ideas universally acceptable as the basis for nation-building". This approach is again symptomatic of an inability to appreciate the values of Islam as universal and essentially liberating. The social justice, egalitarianism and sanctity of human life that Islam upholds and emphasizes perhaps more than any other philosophy of life, are essentially "universal" and "liberal" in character. The inability or unwillingness to admit it reflects the writer's own tainted

monopolization of religion, or the prospect of a clergy heading the state. Throughout Islamic history, Islamic scholars have never assumed political roles or government offices, but have acted as advisors and guides and operated as agents to bring into effect a system of checks and balances for the Islamic state and its rulers. This dissociation of theologians and jurists from the state machinery is important to protect the laws and principles of Islam from political abuse, exploitation and manipulation; to maintain their independent character. In ruling out theocracy in the state of Pakistan, Jinnah showed this astute understanding he shared with his mentor Dr. Muhammad Iqbal:

> *"...I am sure that our constitution is going to be of a democratic type, embodying the essential principles of Islam. Today, these are as applicable in modern times as they were 1300 years ago. Islam and its idealism have taught us democracy. It has taught us equality of men, justice and fairplay to everybody...in any case, Pakistan is not going to be a theocracy to be ruled by a priest..."*

Iqbal and his contribution so central to the Pakistan ideology in fact are conspicuously missing from Hamdani's analysis of Pakistan's ideology. It demonstrates ignorance of the fact that while Jinnah was instrumental in materializing the Pakistan idea, spearheading its struggle and leading the Muslims, the ideology of the nation does not have its genesis in Jinnah's thought. It is more far-reaching, more deep-rooted. The vision of Iqbal --- clearly the "ideological father of the nation" --- for Pakistan is unequivocal and very eloquent on the role of Islam in the new Muslim state:

> *"... I am not despaired of Islam as a living force for freeing the outlook of man from his geographical limitations. I believe that religion is a power of the utmost importance in the lives of individuals as well as states. I believe Islam itself is Destiny and will not suffer a Destiny... Is religion a private affair? The nature of the Prophet (PBUH)'s experience as disclosed in the Quran is wholly different... it is creative of a social order. Its immediate outcome is the fundamentals of a polity with implicit legal concepts whose civic significance cannot be belittled... Therefore the construction of a polity on national lines displacing Islamic principles is simply unthinkable to a Muslim."* [Allahabad, 1930]

This too was the theme and undercurrent in all Islamic reformist endeavours in the subcontinent since the decline of Muslim rule in India; to restore political ascendancy and autonomy to the Muslims of India. Writers patronized by Sir Syed Ahmad Khan all wrote of the return to glory of the Muslims of India, of their self-determination and realization of a state where they could live by the law of Islam. Iqbal said in his 1930 address:

> *"It cannot be denied that Islam, regarded as an ethical ideal and a polity --- by which I mean a social structure ruled by certain legal principles and animated by an ethical ideal --- has been the chief formative factor in the life history of the Muslims of India."*

That the masses took up the theme with vigour and passion is beyond the shadow of a doubt, as the streets resounded with *Pakistan ka matlab kya? La I'laha ilallah.* It is incorrect and unfair to give a character to the Pakistan ideology that betrays the popular sentiment of those who made innumerable personal sacrifices in the pursuit of that national dream.

Hamdani's "group nationalism" theory fails to take into account the strongest and most powerfully articulated sentiment of the "group" he claims to speak for. Besides, the socio-economic factors which according to Hamdani were more significant than ideological reasons actually stem from the distinct religious identity of the Muslims which they were not

Maryam Sakeenah

TINKERING WITH IDEOLOGY

George Orwell wrote of the past as malleable and ever-changing in his celebrated work "1984". In Pakistan this is particularly true, given the attempts --- quite commonly projected by the liberal-secular popular media --- to tinker with Pakistan's ideological premise in order to make it fit the narrow framework of thought subscribed to by a clique of Pakistan's liberal intellectual elite.

In his article "At Ideological Crossroads" (daily "Times": March 14, 2011), Yasser Hamdani has underscored the need for Pakistan to shun "retrogressive religiosity" in order to find its place in the comity of civilized, progressive nations. He believes the concept of Islamic statehood has been injected into Pakistan's historical narrative and assumed a virulent character of a Shariah-based Islamic theocracy under the dictatorship of Zia-ul-Haq in the 1980's. The pre-Zia constitutions of 1956 and 1962, he states, did not set down with any clarity that Islam would be the state religion. However, the untenable and disposable nature of these documents becomes obvious given their inability to survive beyond the tenures of their wily architects. One also wonders if it is by mere oversight or something more deliberate that Mr. Hamdani glosses over a much more significant constitutional development, one that was by far more authentic, reflected a broad national consensus and set an important direction for constitution-making in the country --- the Objectives Resolution of 1949 --- which sets down the highest goals of all political endeavour and the principles state and government would be directed by:

> *"1. Sovereignty belongs to Allah alone but He has delegated it to the State of Pakistan through its people for being exercised within the limits prescribed by Him as a sacred trust. 3. The principles of democracy, freedom, equality, tolerance and social justice, as enunciated by Islam, shall be fully observed. 4. Muslims shall be enabled to order their lives in the individual and collective spheres in accordance with the teachings of Islam as set out in the Holy Quran and Sunnah."*

Throughout his article, Hamdani has used the term "liberal" as something exclusive and in fact diametrically opposed to the concept of Islamic statehood. The "liberal values" he advocates in opposition to an "Islamic theocracy" are in fact intrinsic and central to political Islam. Jinnah had understood this when he had referred to Islamic social justice, democracy, human rights and tolerance. Yet Hamdani dismisses it as a secular Jinnah's attempt to play up to his mass audience, to "speak in a language comprehensible to his constituency". Zia-ul-Haq's controversial "Islamization" agenda may have undermined these universal liberal values, but what Hamdani does not appreciate is the fact that these very values are at the core of what Islamic scholars have called the *maqasid-ul-Shariah* (values and objectives of Muslim law). It is erroneous to conclude from the failure of Zia's clumsy experiment the undesirability of Islamic law in this day and age.

The writer also seems to be confused about theocracy in Islam. A theocratic state is odious to Islam, as Islam rules out clerical